ایک اور مشرقی کتب خانہ

کتب خانہ الاصلاح

دیسنہ۔ پٹنہ

(بہار)

مرتب

عبدالقوی دسنوی

باہتمام

سید محمد احسن (ابرانوی)

منجانب

جمعیۃ الطلباء دیسنہ

سلسلۂ طباعت نمبر ۱

مکتبۂ محمود دہلوی
۱۹۵۴ء

rekhta

24(04)IS
J4

فہرست

۱ گام اولیں — عبد القوی دسنوی
۲ آغاز — پروفیسر نجیب اشرف ندوی
۳ ایک خط — مولوی عبد الحق (بابائے اردو)
۴ کتب خانہ صدر جمہوریہ ہند کی نظر میں
۵ کتب خانہ مشاہیر کی نظر میں
۶ دیسنہ کی مختصر تاریخ
۷ نظم فرخندگی — مولوی محمد ادریس نسیم دہلوی
۸ دیسنہ کے اہل علم وارباب کمال
۹ کتب خانہ الاصلاح دیسنہ
۱۰ اردو مخطوطات
۱۱ فارسی، عربی مخطوطات
۱۲ مطبوعات فورٹ ولیم کالج کلکتہ ودیگر مطابع
۱۳ اخبارات ورسائل.

إِنْ أُرِيْدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ ۝

ترجمہ: ہمارا مقصد تا حد امکان "اصلاح" ہے، یہ توفیق الٰہی ہے، اُسی پر ہمارا توکل ہے اور وہی ہمارا مرجع ہے۔

گامِ اولیں

ہم "جمعیۃ الطلباء" دیسنہ کی جانب سے اس کتابی پیش کش کو کتب خانہ الاصلاح"
ی طلائی جوبلی کے موقع پر پیش کر رہے ہیں اس میں دیسنہ کے اسلاف اور ان کے اخلاف
ی، ادبی، اصلاحی، وعلمی رجحانات وحیثیات کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے
ے دیسنہ کو ترقی کے منازل پر گامزن کیا جس کا پس منظر انکی باہمی مواخاۃ وموالاۃ
. دیسنہ کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب بھی یہاں کے اربابِ علم نے علمی، ادبی، سماجی
ی ومعاشرتی خدمتیں انجام دی ہیں تو اس شاہراہ پر کامیابیوں اور فتحمندیوں نے
ـیل بنکر انکا قدم چوما ہے۔ یہ کتاب دراصل ہمارے اسلاف کی دلچسپیوں اور رجحانات
شر و پریشان اوراق کی شیرازہ بندی ہے، جسمیں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے
کہ تاریکی میں پڑے ہوئے واقعات روشنی میں لائے جائیں۔ اُمید ہے کہ دیسنہ کی روایات
کے مطابق یہ کتاب دیسنہ کے نوجوانوں کیلئے مشعل راہ بنیگی، اور انمیں باہمی تعاون اور اتحاد
کا جذبہ پیدا کریگی جو ہمارے اسلاف کا زرین مقصد رہا ہے۔ مجھے اس کا احساس ہے کہ اسمیں

کچھ خامیاں بھی رہ گئی ہیں۔ کیونکہ وقت کی کمی نے نظرِ ثانی کا موقع نہ دیا۔ جس کے لئے ہم قارئین سے معافی کے خواستگار ہیں۔ انشاء اللہ ہمارا دوسرا قدم نقشِ ثانی کی حیثیت رکھیگا۔ یعنی اسکے بعد ہم **علاّمہ سید سلیمان ندوی**ؒ سے متعلق مضامین کا مجموعہ کتابی صورت میں پیش کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ ان بکھرے اوراق کا کتابی صورت میں منظرِ عام پر آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے بزرگوں نے قدم قدم پر ہماری رہنمائی اور کرم فرمائی کی ہے۔ اور یہ انھیں کی خواہشوں کا نتیجہ ہے۔ ان بزرگوں میں سب سے پہلے ہم مولوی عبدالحق صاحب (بابائے اردو) کے شکر گذار ہیں جنھوں نے ہماری ہمت افزائی کی، ان کے علاوہ پروفیسر نجیب اشرف ندوی، پروفیسر ابو ظفر ندوی، مولوی عبدالحکیم رحمانی، صباح الدین عبدالرحمٰن، سید شہاب الدین دسنوی اور عبدالحی رضا دعمرانی مساز صاحبان قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے مواد فراہم کرنے میں میری بڑی مدد کی۔

جناب قیسیؔ رامپوری کو لوگ بحیثیت ناول نگار کے جانتے ہیں، لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ ایک دردمند دل بھی رکھتے ہیں۔ انکا خلوص، انکی محبت اور ہمدردی؛ اس کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں ہماری معاون رہی۔ جسکی ہم دل سے قدر کرتے ہیں۔

دسنہ کے نوجوان ساتھیوں میں محمد محسن (داہرانوی) محمد احسن (داہرانوی) عبدالقوی چاند، افتخار النبی، ظفیر الحق، نیر رضا، فخر الہدیٰ، ملک محمد عذیر، ملک جمال احمد، عزیز الحق، محی الدین بچو، عبدالولی ہیں جو اس کتاب کو منظرِ عام پر لانے میں میرے ساتھ کوشاں رہے۔

بمبئی کے مخلصین میں حمید اختر آفندی، عبدالعزیز مرچنٹ، عبدالحمید مرچنٹ، اسمٰعیل داؤد بھائی، بو بکر جان محمد خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے اس کام کو اپنا سمجھکر پورے خلوص کیساتھ میری مدد کی۔ ان حضرات کا شکر گذار ہوں۔

ناچیز **عبدالقوی دسنوی**

۱۵ مارچ ۱۹۵۴ء بمبئی

آغاز

آج سے کچھ مہینے پہلے جب عزیزی عبدالقوی سلمہٗ مجھ سے ملنے آئے تو باتوں باتوں میں کتب خانہ الاصلاح کا تذکرہ آگیا۔ اس کتب خانہ کو قائم ہوئے تقریباً ۵۴ سال ہوتے ہیں۔

میں نے ان سے کہا کہ اب دسنہ کے نوجوانوں کا یہ کام ہے کہ وہ اس قیمتی کتب خانہ کی "طلائی جوبلی" منائیں۔ وہ ان دنوں کتب خانہ کے ناظم ہیں۔ انھوں نے اس خیال کو پسند کیا، اور اپنے دوستوں سے گفتگو کے بعد اسے عملی جامہ پہنانا شروع کر دیا۔ اس وقت تک وہ اس سلسلہ میں کافی کام کر چکے ہیں، اور مجھے ان کے جوش اور انہماک سے اُمید ہے کہ یہ جشنِ طلائی ہمارے دسنہ، ہمارے اہلِ دسنہ اور ہمارے شاندار و مشہور کتب خانہ کے شایانِ شان ہوگا؛ اس سلسلہ میں وہ دسنہ، اسکی تاریخ اور کارناموں پر ایک کتاب بھی شائع کر رہے ہیں۔ میں نوجوانوں کو اُن کی اس زندگی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے اب اس کا یقین ہوگیا، کہ ان کے اس ولولہ، خلوص، اور جوش کی وجہ سے ہمارا کتب خانہ باقی و قائم ہی نہیں رہیگا، بلکہ اسکی ترقی کی رفتار انشاءاللہ روز بروز بڑھتی ہی جائیگی۔

نجیب اشرف ندوی

پروفیسر اسمٰعیل یوسف کالج

بمبئی ۳ مارچ ۱۹۵۴ء

۲۷۸۴

انجمن ترقی اُردو پاکستان

اُردو روڈ، کراچی - ۱

۴ جنوری ۱۹۰ء

نمبر ———

مکرمی عبدالقوی صاحب سلمہ — السلام علیکم

یہ معلوم کر کے مجھے بہت مسرت ہوئی کہ آپ عنقریب
الاصلاح لائبریری ڈیسنہ کی طلائی جوبلی منانے والے ہیں
ڈیسنہ کی یہ لائبریری اس کی مستحق ہے اور میں آپ کو ا
تقریب پر مبارک باد دیتا ہوں۔

اردو دان طبقے کو اس لائبریری کے اراکین و منتظمین
کا شکرگزار ہونا چاہیے کہ انھوں نے اردو زبان کی کتابوں کا
ایک اچھا سرمایہ جمع کیا اور اُسے محفوظ رکھا اور لوگ
اس سے مستفید ہوتے رہے۔ میں بھی اس کتب خانے میں دو بار
حاضر ہوا اور یہ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ مطبوعہ کتب
مخطوطات بڑی احتیاط اور خوش ترتیبی سے رکھی
ہیں اور ان کی کامل حفاظت کی جاتی ہے۔ میں نے بھی

کتب خانہ صدر جمہوریہ ہند کی نظر میں

آج مجھے دیسنہ کا کتب خانہ دیکھنے کا موقع ملا۔ دیکھکر نہایت خوشی ہوئی
اُردو کے پرانے رسالوں اور اچھی سے اچھی کتابوں کا ذخیرہ یہاں موجود
ہے۔ اس کے علاوہ قلمی کتابوں کا بھی ایک اچھا ذخیرہ ہے۔ یہ سب یہاں
کے باشندگان نے اپنی ہمّت اور علمی ذوق سے کیا ہے، مکان بھی تیار
ہوگیا ہے۔ مگر اب اِس کے بڑھانے کی ضرورت ہے، اور اس کی کوشش
بھی ہورہی ہے۔ مگر ابھی روپیہ کی کمی ہے۔ اُمید ہے کہ کسی اُمیر کا خیال اِس
طرف جائیگا اور یہ کمی دُور ہوجائیگی۔ دیہات کے بیچ میں اِس طرح کا کتب خانہ
قائم کرنا اور اسکو چلاتے رہنا، اور برابر اسمیں اضافہ کرتے جانا خرچ کا باعث
ہے۔ اور یہ بڑی خوشی کا مقام ہے کہ یہاں کے باشندگان اِس بار کو اٹھا رہے
ہیں۔ میں سب کو مبارکباد دیتا ہوں۔

بابو راجندر پرشاد

صدر جمہوریہ ہند

سابق صدر کل ہند کانگریس

۶ مئی سنہ ۱۹۶۱ء

کتب خانہ مشاہیر کی نظر میں

۱۔ محمد شفیع داؤدی - ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ

"میں نہایت خوش نصیب ہوں کہ آج بمعیت شیخ عبدالعزیز صاحب رئیس بین مجھے اس کتب خانہ کو دیکھنے کا موقع ملا۔ میرے پرانے ساتھیوں نے اس کتب خانہ کی جو تعریفیں مجھ سے کی تھیں وہ بہت کم ہیں۔ ماشاء اللہ ایسا نادر مجموعہ ایسے دیہات میں شاید کہیں دوسری جگہ نظر نہ آئیگا۔ اہل دیسنہ کے علمی ذوق کا یہ کتب خانہ بین ثبوت ہے قلمی نسخوں کو کس جدوجہد سے حاصل کیا ہے اور کس حفاظت سے اُسے رکھا ہے کچھ دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کا پرتو نوجوانان دیسنہ پر اچھی طرح پڑ رہا ہے۔ انہیں بھی علمی ذوق روز بروز بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔"

۲۔ مولانا شوکت علی ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۴۵ء

"میں بہت خوش ہوں کہ آج شیخ عبدالعزیز صاحب رئیس بین کے ہمراہ دیسنہ حاضر ہو سکا۔ برادرم عزیز سید سلیمان ندوی صاحب سے ایسے تعلقات ہیں کہ انکے وطن مالوف میں آنا خاص مسرت کا باعث ہے۔ اس کتب خانہ کو دیکھکر دل از حد خوش ہوا۔ یہ ایک ایسا مرکز اس اسلامی قصبہ

میں تیار کیا گیا ہے جس سے ہم سبکو عظیم الشان فائدہ نصیب ہوگا بانیان کتب خانہ و منتظمین لایق تشکر ہیں۔"

عبدالسلام ندوی ، ۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء

"اس کتب خانہ کا ذکر میں مدتوں سے مولانا سید سلیمان ندوی اور مسٹر نجیب اشرف ندوی سے سنا کرتا تھا۔ اسی لئے مجھے قدرتی طور پر اس کے دیکھنے کا شوق تھا۔ الحمد للہ کہ اس تقریب کے بہانے سے اس عمدہ مخزن علم کے دیکھنے کا موقع ملا لیکن یہ ایک ایسا کتب خانہ نہیں ہے جس کے متعلق سرسری طور پر رائے دیجا سکے ہر قسم کی مطبوعہ اور قلمی کتابیں نہایت تفحص و تلاش سے جمع کی گئی ہیں۔ اور اگر غور و فکر سے انکا مطالعہ کیا جائے تو ایک نہایت عمدہ علمی مضمون خود اس کتب خانہ پر لکھا جا سکتا ہے اور مختلف قسم کے علمی فوائد جو اس کتب خانہ سے حاصل ہو سکتے ہیں وہ ہر قسم کی تصنیفات میں کام آسکتے ہیں۔ غرض یہ کتب خانہ کوئی نمائشی کتب خانہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک نادر مجموعہ علم ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ارباب دیسنہ اس سے پورے طور پر فائدہ اُٹھائینگے اور اسکو ترقی دیکر ایک اعلیٰ درجہ کا کتب خانہ بنائینگے۔ مجھے افسوس ہے کہ چند روز کے قیام میں میں اس سے پورا فائدہ نہ اُٹھا سکا ورنہ دل کھول کر ارباب دیسنہ کو اس علمی کوشش پر داد دیتا۔"

rekhta

۴۔ ڈاکٹر سید محمود (وزیر تعلیمات صوبہ بہار) ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۷ء

"میں ایک عرصہ سے دسنہ کے کتب خانہ کے دیکھنے کا متمنی تھا۔ اسکی شہرت بہت پہلے سن چکا تھا کل اس کتب خانہ کو میں نے دیکھا، اور شہرت سے زیادہ پایا۔ غالباً اُردو کا یہ بہترین کتب خانہ ہے۔ میں نے اُردو کتابوں کا اتنا بڑا ذخیرہ کہیں اور نہیں دیکھا۔ پرانے رسالے جو اب تلاش پر بھی نہیں ملتے وہ یہاں موجود ہیں مخزن، ادیب اور ہمدرد کی مکمل جلدیں یہاں موجود ہیں، افسوس ہے کہ میں زیادہ وقت یہاں صرف نہ کر سکا اور کتب خانہ کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔ بہرحال مجھے خوشی ہوئی کہ اہل دسنہ علم اور ادب کی اس قدر خدمت کر رہے ہیں۔ مجتبیٰ سید سلیمان ندوی صاحب کا وطن ہونے کے باعث دسنہ کو کیا کم فخر تھا۔ کہ اب اس نایاب کتب خانہ کے باعث اس کا فخر دوگنا ہو گیا۔ یہاں کے لوگوں کا علمی ذوق قابل ستائش ہے میں سردست پانچسو روپیہ ۵۰۰ اس کتب خانہ کو دیتا ہوں۔ انشاء اللہ اس کتب خانہ کی خاطر خواہ مدد کرونگا۔"

۵۔ ڈاکٹر عبدالحق (سکریٹری انجمن ترقی اُردو ہند حیدرآباد دکن) ۶ر جون ۱۹۳۸ء

"اُردو کتب اور رسالوں کا ایسا اچھا اور جامع مجموعہ شاید کہیں اور ہو۔ بعض کتابیں نادر اور قابل قدر ہیں، اس کتب خانہ کو دیکھکر مجھے حقیقی مسرت ہوئی خصوصاً ایک وجہ ہے کہ ایک معمولی قصبہ میں اُردو کا ایسا اچھا کتب خانہ ہے۔ جو بڑے بڑے شہروں میں بھی نہیں۔ اس کتب خانہ کے بانی، منتظم اور کارکن قابل مبارکباد ہیں۔"

۶۔ ابوبکر محمد شیث فاروقی جونپوری (ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

"آج ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ کو مجھے قصبہ دیسنہ کے کتب خانۃ الاصلاح کے سرسری طور سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اُردو کتابوں کا اتنا ذخیرہ جسمیں بڑی تعداد نوادر کی ہے بہت کم جگہوں میں ہے۔ یہ قصبہ چونکہ ہمیشہ سے شرفاء اور اہل علم کا مخزن رہا ہے اتنی کتابیں جمع ہو سکیں۔ علاوہ اردو کتابوں کے بڑا ذخیرہ فارسی اور عربی کا بھی موجود ہے۔ یہ کتب خانہ اہل دیسنہ کے علمی ذوق اور شوق کا پتہ دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ یہاں کے لوگوں میں ہمیشہ علمی ذوق و شوق قائم رکھے، میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ مجھے اس کتب خانہ کے دیکھنے کا موقع ملا۔"

۷۔ حبیب الرحمن شیروانی صدر یار جنگ ۴ر اکتوبر ۱۹۳۸ء

"۴ر اکتوبر ۳۸ء کو اس کتب خانہ میں حاضر ہوا، بعض نسخے دیکھے۔ کتابوں کی تعداد سے مسرت ہوئی، انتظام مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فہرست مرتب ہے، بہتم شائق ہیں۔ دُعا ہے کہ یہ کتب خانہ فیض بخش رہے۔"

۸۔ مولوی عبدالحق ۷ر فروری ۱۹۴۱ء

"آج میں مولوی سید تقی الدین صاحب کے ہمراہ اس کتب خانہ میں آیا۔ اور بعض ایسی نادر کتابیں مولوی سید عبدالحکیم صاحب نے دکھائیں جو پہلے میری نظر سے نہیں گذری تھیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ کتب خانہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔"

۹۔ محمد عزیر منعمی ۸ر مئی ۱۹۴۱ء

"اس وقت راجندر بابو کے ہمراہ اس بستی میں حاضر ہوا۔ لائبریری پر نگاہ پڑی دیکھکر مسرت ہوئی۔ میری دلی دُعا ہے کہ یہ علمی ذوق کامیاب ہو۔"

۱۰- **ہتو پرشاد** ۸ رمئی ۱۹۴۱ء

"اس لائبریری کو دیکھنا میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں"

۱۱- **مسعود عالم ندوی** ۸ رجون ۱۹۴۱ء

"میں نے اس کتب خانہ کی بارہا زیارت کی ہے۔ اور ہمیشہ اس کے قیمتی ذخیرہ کا مداح رہا ہوں۔ آج پھر دو تین برس کے بعد حاضری ہوئی اور کتب خانہ کی روز افزوں ترقی دیکھکر مسرت ہوئی، سچی بات تو یہ ہے کہ اُردو کا ایسا کتب خانہ پورے صوبہ بہار میں مشکل سے ملیگا۔ اور اس نواح کے لئے تو یہ یقینی قابل فخر ہے۔ اس انجمن کے روح رواں مخدومی جناب مولوی ابوالکمال سید عبدالحکیم صاحب دسنوی کا شوق اور انہماک تعریف سے مستغنی اور جوانوں کے لئے قابل رشک ہے۔"

۱۲- **اچاریا کرپلانی** صدر کل ہند کانگریس ۷ رنومبر ۱۹۴۶ء

"آج مورخہ سات نومبر کو دیسنہ لائبریری دیکھی یہ دیکھکر بہت اچھا معلوم ہوا کہ دیہات میں اتنی بڑی ورنیکلر لائبریری ہے۔ اس کی مدد کرنا سب کے لئے ضروری ہے۔"

۱۳- **مولانا محمد حفظ الرحمٰن** ۲۳ رجنوری ۱۹۴۷ء

آج ۲۹ رصفر المظفر کو میں نے اپنے رفقا مولانا عبدالحنان و مولانا محمد قاسم صاحب ماسٹر تاج الدین صاحب کے ہمراہ الاصلاح لائبریری کا معائنہ کیا۔ بلاشبہ اسلامی اور علمی مخطوطات اور عمدہ منتخب کتابوں کے پیش نظر یہ ہندوستان کی مایہ ناز لائبریری ہے۔ دیسنہ (بہار) اس کے لئے جس قدر بھی فخر کرے بجا ہے اور قابل صد نازش ہے۔"

۱۴- **دیو پرکاش** گاندھی

اس لائبریری میں میں نے بہت ہی نادر اور نایاب چیزیں پائیں اور تھوڑا وقت نہایت خوشی و فائدہ کا بتایا۔"

۱۵- **سید محی الدین ندوی** (ایڈیٹر ندیم پٹنہ) ۲۴ رنومبر ۱۹۳۹ء

"استاد مکرم علامہ سید سلیمان ندوی مدظلہٗ کی ہدایت کے پیش نظر میں وزیر تعلیمات بابو بدری ناتھ ورما کی معیت میں دیسنہ پہونچا۔ مجھے یہ دیکھکر انتہائی حیرت ہوئی اور استعجاب ہوا کہ اس گاؤں میں ایک ایسی لائبریری موجود ہے جسکی دوسری مثال نہ صرف صوبہ بہار بلکہ بعض امتیازات کی بنا پر ہندوستان میں ملنی محال ہے۔ میں دل سے دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس لائبریری کو دوام بخشے۔"

۱۶- **سید محمد تقی** ۷ رفروری ۱۹۴۱ء

"یوں تو میں بچپن سے اس مشہور و معروف کتب خانہ سے مانوس تھا۔ لیکن آج عرصہ دراز کے بعد کتب خانہ کو پھر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ کتب خانہ نہ صرف صوبۂ بہار کے لئے مایۂ ناز ہے بلکہ پورے ہندوستان کے لئے قابل فخر ہے۔"

۱۷- **مولوی محی الدین** (اوّل مددگار ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن)

" ہندوستان میں بہت کم کتب خانے ہوں گے جہاں اس قدر تعداد میں اُردو کتابیں ہونگی، یہ کتب خانہ صوبہ بہار کیلئے نمونہ ہے، مجھے توقع ہے کہ یوماً فیوماً اس میں برابر اضافہ ہوتا جائیگا۔ اور یہ کتب خانہ اُردو ادب اور علوم کی اشاعت کا ذریعہ ہے۔"

دیسنہ کی مختصر تاریخ

دیسنہ صوبۂ بہار کا ایک مشہور و معروف گاؤں ہے جو بہار شریف کے تقریباً آٹھ میل اُتر پورب میں واقع ہے۔ یہ شرفا، سادات، و لوگ اہلِ علم و فضل و ارباب کمال کا قدیم مسکن ہے اسی حیثیت سے اس کا مرتبہ ہمیشہ صوبۂ بہار کے دوسرے گاؤں سے ممتاز و بلند رہا ہے۔ یہاں کے قبیلہ سادات کے مورث اعلیٰ حضرت سید صدر الدین علیہ الرحمۃ ہیں جنکا مزار اسوقت تک دیسنہ میں محفوظ ہے حضرت سید صدر الدینؒ دو بھائی تھے۔ دوسرے بھائی کا نام جان محمد تھا، حضرت سید صدر الدینؒ درویش تھے اور زاہدانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ اور آپکے بھائی کاروبار کی نگرانی کرتے تھے، چنانچہ ان کے نام پر ایک گاؤں بنام "چک جان محمد" ابتک انکے ورثا کے قبضہ و تصرف میں ہے، دیسنہ کا نصف حصہ "کلیان پور" ان ہی دونوں بھائیوں کے حصہ میں تھا۔ اور گمان غالب یہ ہے کہ چند مواضعات جنمیں "کلیان پور دیسنہ" "چک جان محمد" "تارگہ" "دسیان" شامل ہیں حضرت صدر الدینؒ کو کسی بادشاہ کی جانب سے بطور جاگیر ملے تھے، جو ابتک ان کے ورثا کے ورثہ میں چلے آرہے ہیں۔ عام خیال ہے۔ کہ شاہ فرخ سیر کے عہد میں حضرت سید صدر الدینؒ نے دیسنہ میں سکونت اختیار کی، اسوقت یہاں چھوٹی ذات کے ہنود آباد تھے۔ دیسنہ کے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ کسی زمانہ میں جین یا بدھ مذہب کا مسکن بھی رہا ہے کیونکہ زمین کی کھدائی کے وقت کہیں کہیں سے جین اور بدھ کے آثار پتھروں، مورتیوں اور اینٹوں کی شکل میں نکلتے رہتے ہیں اس لئے دیسنہ کی تاریخی اہمیت زیادہ نمایاں ہوجاتی ہے۔ دیسنہ کے اگلے بزرگان دین مخدوم احمد چرم پوش بہاریؒ کے سلسلہ بیعت سے منسلک نظر آتے ہیں۔

نظمِ فرخندگی

۵۴ | ع | ۱۹

ہم محمود بن عبد الرشیدؒ دلوی کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے مولوی محمد ادریس نسیم "تاریخ گو" دلوی کو کتب خانہ الاصلاح کی طلائی "جوبلی" اور کتاب "ایک اور مشرقی کتب خانہ" کی اشاعت کی خبر دی، اس اطلاع پر انہوں نے اپنی دلی مسرت کا اظہار ان اشعار میں کیا ہے۔ جسے ہم بصد تشکر ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں۔

عبد القوی دسنوی

اے مقامِ دیسنہ، فیضانِ علمی کے چمن
تیرے سایہ میں پلے ہیں نونہالانِ وطن

تیرے ہیرو اتنے ہیں افلاک پر جتنے نجوم
جنمیں ہیں عبد الحکیم دسنوی شمس العلوم

حضرت سید سلیمانؒ مہرِ عالمتاب دیں
جنکا ثانی سرزمینِ ہند پر ملتا نہیں

ہیں بشیر الحق تخلص جنکا بیدلؔ بے مثال
ناقد و شاعر ہیں، اہلِ علم ہیں وہ باکمال

ہیں پروفیسر نجیب اشرف ترے گلشن کے گل
جنکی نکہت سے معطر ہے زمانہ کُل کا کُل

ناظمِ عبد القوی ہیں مخلص و صالح جوان
جنکی یہ تصنیف ہے اخلاص کا اُن کے نشان

دسنوی عبد الحفیظ، عبد القویؔ نامور
ہیں منور اس کتب خانے کے اُنسے بام و در

ہے کتب خانہ ترا مشہور "الاصلاح" نام
جس میں قلمی اور نادر ہیں کتابیں لاکلام

سر تیلا کا کاٹ لکھ سالِ مسیحی برملا
"کتب خانہ مشرقی اک اور" کہنا ہے بجا

۲

۱۹۵۶ - ۶۱۹۵۴

اِس کتب خانے کی دائم عمر ہے لکھے نسیم
۵۵

"مخزنِ نورِ ہدایت" سالِ تصنیفِ قدیم
۱۳۷۳ ھجری

کتب خانے کی موجودہ ۵۵ سال ہے

سنہ کتب خانہ الاصلاح ۱۹۵۹ عیسوی

دیسنہ کے اہلِ علم و ارباب کمال

دیسنہ کی سرزمین اگرچہ دنیاوی دولت و ثروت اور ظاہری جاہ و جلال کے تابناک نظاروں سے ہمیشہ خالی رہی لیکن اسکو ہمیشہ یہ عزت و افتخار حاصل رہا ہے کہ ہر زمانہ اور ہر دور میں یہاں بڑے بڑے اہل علم و فضل اور ارباب کمال پیدا ہوتے رہے ہیں کہ جنہوں نے اگر ایک طرف اپنی علم حکمت و طب سے ہزاروں انسانوں کو جسمانی تکالیف اور مصیبت سے نجات دلائی ہے تو دوسری طرف ایک بڑی تعداد کو اپنی روحانیت، تصوف اور درویشانہ زندگی کے ذریعہ تحفظ انسانیت، استحالی، اور راست بازی کی راہ پر گامزن بھی کیا ہے۔ یہ لوگ علوم متعارفہ میں ہمیشہ اپنے معاصرین میں پیش پیش رہے ہیں اور علم و حکمت کے ہر خانے میں کہیں منجم بنکر تو کہیں مورخ بنکر کہیں مفکر بنکر کہیں مفسر بنکر حصہ لیتے رہے ہیں، یہ بزرگانِ علم و ادب کے ہر شعبہ میں گلکاریاں کرتے رہے ہیں اور بڑے بڑے کام انجام دے کر رخصت ہو گئے

تہی خم خانہا کردند و رفتند ۵

آئیے میں آپ کو ان کا مختصر تعارف کراتا ہوں۔

اسلاف

حکیم سید امجد حسین مرحوم اپنے وقت کے حاذق طبیب اور خوش نویس تھے۔ عربی خط نسخ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہمارے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ ایک کنواں ان کا بنوایا ہوا آج بھی دیسنہ میں موجود ہے جسکا تاریخی مادہ "ثانی کوثر" ۱۲۸۷ھ ان ہی کی فکر طبع کا نتیجہ ہے۔

حکیم سید احمد حسین مرحوم یہ بھی اپنے وقت کے لائق طبیب تھے، اور طبابت ہی ذریعہ معاش تھا، علوم شرعیہ سے بڑی گہری دلچسپی رکھتے تھے۔

حکیم سید کاظم حسین مرحوم عرف حکیم جھنڈو۔ ساداتِ مسیاں سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ کے پردادا حکیم امین اللہ کی شادی حضرت صدرالدین علیہ الرحمۃ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، شادی کے بعد انھوں نے دیسنہ ہی کو اپنا مسکن بنالیا تھا۔ آپ کے یہاں طبابت کا سلسلہ مولوی حکیم امین اللہ صاحب کے وقت سے مسلسل چلا آرہا ہے۔ ان کے مجربات کا قلمی نسخہ جو کہ مختلف امراض پر مشتمل ہے ان کے پڑپوتے حکیم سید نجم الہدیٰ صاحب ندوی کے پاس موجود ہے، یہ قلمی بیاض فارسی زبان میں تحریر ہے جس کے ایک نسخہ کی تاریخ جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ ہے۔ یعنی آج سے تقریباً سوا سو سال پہلے کا تحریر کردہ ہے حکیم دیدار بخش دہلوی کے نسخہ جات بھی اس میں درج ہیں۔

ڈاکٹر سید محمد مبین مرحوم: یہ پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی کے والد بزرگوار ہیں۔ صوفی منش تھے اور فضائل چہارگانہ سے آراستہ تھے۔ بسلسلۂ ملازمت زیادہ تر بمبئی میں زندگی بسر کی۔ دیسنہ برابر تشریف لاتے اور ہر شخص سے نہایت محبت سے اس کے گھر جا کر ملتے۔ واقعی ولی اللہ تھے۔ کسی سے کبھی بھی کسی قسم کی رنجش نہیں ہوئی۔

حکیم محمد شبیر عرف حکیم محمدی مرحوم۔ یہ بھی اپنے وقت کے مشہور و معروف حکیم تھے ان کا مطب شیخپورہ ضلع مونگیر کے محلہ گیگھ پر تھا۔ ان کا طبی فیض سامنے بارہ گاؤں میں جاری تھا۔ حسین آباد کے نواب علی خاں صاحب کے دربار میں بڑی عزت اور وقعت تھی نازک مزاج بے حد تھے لیکن حکیم حاذق ہونے کی وجہ کر ان کی نازک مزاجی کسی پر گراں نہ گذرتی تھی، شاعر بھی تھے فارسی شعر کہا کرتے تھے۔ خاندانی نسب نامہ اور سلسلۂ بیعت کا شجرہ اپنے اعزا و اقارب کی پیدائش و وفات کی تاریخیں یہ سب فارسی نظم میں انہی کے رشحات قلم کی یادگار ایک کتاب کی صورت میں موجود ہے انکی تصنیف میں سے ایک رسالہ "نور محمدی" فارسی نثر میں مطبع اعظم گڈھ سے چھپکر ۱۹۳۶ء میں منظر عام پر آچکا ہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے حکیم سید ابوالحسن مرحوم تھے حکیم سید ابوالحسن مرحوم بڑے صاحب دین درویش گذرے ہیں اسلام پور میں مطب تھا وہیں اپنے پیر کے زیر قدم سپرد خاک ہوئے۔ حکیم ابوالحسن صاحب کے دو بیٹے تھے بڑے کا نام حکیم سید ابو حبیب تھا یہ عالم باعمل تھے تقویٰ و طہارت کے متشدد مجددیہ طریقہ کے صوفی تھے، مکتوبہ مجددیہ کی شرح فارسی زبان میں انکی لکھی ہوئی ایک ضخیم جلد میں غیر مطبوعہ موجود ہے چھوٹے صاحبزادے علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم تھے جنکا ذکر آگے آئیگا۔

حکیم سید محب الحق مرحوم آپ نے ابتدا ہی سے طبابت کا سلسلہ پٹنہ میں رکھا۔ آپ بیحد صابر اور درویش منش بزرگ تھے غربا کو مفت دوا آپ کے مطب سے دیجاتی تھی۔ آج کی آمدنی کبھی کل کے لئے بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ ان کے توکل کی نہایت عجیب

و غریب حکایتیں مشہور ہیں آخری عمر میں آپ بہار شریف چلے آئے تھے۔ اور بقیہ زندگی وہیں گذری۔

حکیم سید ظہور الحق مرحوم یہ حکیم محب الحق کے صاحبزادے تھے پینہر کے فدا علی خاں صاحب کے دربار کے طبیب تھے۔ نہایت عزت و وقار کیساتھ وہاں سے رہے بستی کے بہت سے غریب طلبا کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اور انکی کفالت کرتے تھے۔ اور خود ہی سبھوں کو عربی، فارسی کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

حکیم سید لیاقت حسین مرحوم اپنے زمانہ کے مشہور طبیبوں میں سے تھے۔ ان کا حافظہ اتنا اچھا تھا کہ لاکھوں فارسی اشعار زبان پر تھے اور پڑھی ہوئی کتابوں کے ہزاروں فقرے نوک زبان پر رہتے تھے۔ حافظ قرآن نہ تھے لیکن بوجہ حافظہ کے اکثر حصہ قرآن کا زبانی بہ تسلسل پڑھتے جاتے تھے آخری لمحہ حیات تک خطوط فارسی ہی زبان میں لکھتے رہے مگر کاروباری زبان اُردو تھی۔

حکیم رشید النبی مرحوم بانکی پور پٹنہ کے مشہور طبیب تھے۔ عالم بھی تھے اور فن طب میں کمال رکھتے تھے، زیادہ تر اُمرا کا علاج ان کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ اور بڑے بڑے ڈاکٹروں کے مقابلہ میں حیرت انگیز علاج کیا کرتے تھے اور بازی لیجایا کرتے تھے حکیم عبدالعزیز لکھنوی کے شاگرد تھے۔ "کتب خانہ خدا بخش" کے بالمقابل ابتک آپکا مکان ہے جو انکے ورثہ کے قبضہ و تصرف میں ہے۔

حکیم عبدالجلیل نظر مرحوم آپ "رجب علی سرور" کے ہمعصر ہیں مظفرپور ضلع اسکول میں مدرس تھے اور طبابت بھی کرتے تھے، بڑے ذہین تھے شاعر بھی تھے اور نظر تخلص تھا

آپ کو زبانِ فارسی و عربی پر عبور حاصل تھا اور اُردو کے تو اُستادِ وقت تھے۔ آپکی تصانیف "مثنوی گلزار جلیل" مسدس اتالیق "تہذیب الانفاس" اور داستانِ عدیل شائع ہو چکی ہے۔ ان کے متعلق پروفیسر نجیب اشرف ندوی صاحب اپنے مضمون "اُردو زبان کی ترقی میں صوبہ بہار کا حصہ" قصص و حکایت کی سرخی میں فرماتے ہیں۔

"اس سرخی میں بھی ہمیں سب سے پہلے اپنے پیارے شادی عظیم آ کا نام لینا پڑتا ہے آپنے "صورۃ الخیال" ایک قصہ تین جلدوں میں لکھا ہے نہایت دردناک ناول ہے مجال نہیں آپ پڑھیں اور آپ کا دامن تر نہ ہو جائے اسمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ اگر شریف عورت پر مصیبت آجائے تو وہ کس طرح نباہ سکتی ہے"

دوسرے بزرگ مولانا بے عدیل حکیم عبدالجلیل صاحب نظر دسنوی ہیں آپ کی قصہ چالیس ٹھگ غیر مطبوعہ ہے۔ مصنف کی لکھی ہوئی تین جلدیں دیسنہ لائبریری میں موجود ہیں"

حکیم مولوی محمد حنیف مرحوم طبیب تھے مگر طبابت سے دلچسپی نہیں رہی اس لئے درس و تدریس انکا دلچسپ مشغلہ بنا رہا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی عربی و فارسی صرف و نحو کی تعلیم ایسی اچھی دیتے تھے کہ اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، فارسی صرف نحو میں "خیر المصادر" اور عربی میں کتاب "الصرف والنحو" ان کی تصانیف ہیں۔ آپ کے اکثر مضامین "النجم" بانکی پور میں "ابوالمجد" کے نام سے شائع ہوتے تھے۔

مولانا مصطفےٰ اشیر مرحوم مدرسہ عربیہ سہسرام کے بانی تھے، اپنے وقت کے بڑے

عالم تھے، اور اسی مدرسہ میں مدرس اعلیٰ کے فرائض انجام دیتے رہے ان کے شاگردوں کی تعداد کثیر ہے۔ ان کا مزار بھی سہسرام ہی میں ہے۔

مولانا محمد یعقوب مرحوم اپنے وقت کے ان روشن خیال علماء میں سے تھے جو پرانے طریقۂ تعلیم میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ عربی کے نئے اصول جو کہ دارالعلوم ندوہ نے اپنے یہاں رائج کئے یہ اُس کے ہم خیال تھے، صاحب قلم تھے لیکن ساتھ ساتھ فن سیف میں ماہر تھے۔ اور اپنے عہد کے ماہر منجم بھی تھے، ابتدا میں آپ بہار شریف اسکول میں مدرس تھے اسی زمانہ میں بہار میں سب ڈویزنل آفیسر زین الدین خاں صاحب تھے۔ ان کے دونوں صاحبزادے سید حسین بلگرامی اور سید علی بلگرامی اسی اسکول کے طالب العلم تھے اس لئے موصوف کو ان کے استاد ہونیکا بھی فخر حاصل ہے۔ پیری میں مونگیر چلے آئے اور بقیہ زندگی علم و ادب کی خدمت کرتے ہوئے وہیں گذاری۔

محمد ابراہیم تنیر مرحوم یہ اپنے زمانہ کے بڑے زبردست خطاط تھے ان کے ہاتھ کی بہت سی عربی کتابیں ہمارے کتب خانہ کی زینت بنی ہوئی ہیں جو انکی خوشنویسی اور علمی قابلیت پر روشنی ڈالتی ہیں

مولوی سید عبدالکریم مرحوم بڑی ذہانت اور ذکاوت کے مالک تھے لیکن عین عالم شباب میں اس دنیا کی قید و بند کو توڑ کر دوسری دنیا کیلئے عازم سفر ہو گئے، انکی تصانیف میں ایک کتاب "رقعات کریمی" مطبوعہ موجود ہے، زبان اُردو میں فلسفہ و منطق میں بہت کم کتابیں لکھی گئیں ہیں مگر آپنے اس شعبۂ علم کو بھی نوازا۔ اس سلسلہ میں آپ کی تصنیف "التصور والتصدیق" قابل ذکر ہے۔ جو آپ کی اس فن کی کامل صلاحیت کی پختہ دلیل ہے۔

حاجی سید وزیر الدین مرحوم جبکہ انگریزی زبان کو پڑھنا کفر اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔
انھوں نے انگریزی زبان کو اپنایا، اور اس زبان میں کمال حاصل کیا، اسی لئے ہمارے
بستی کا وہ حصہ جہاں پر آپ کا مکان تھا "نصرانی ٹولہ" کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اپنی
عمر کا اوائل حصہ چھپرہ میں گذارا۔ آخر میں بہار شریف چلے آئے طبیعتاً فیاض اور مخیر
تھے مگر ضعیفی میں روپیہ پیسہ کی کمی ہو گئی تھی، لیکن اس کے باوجود اکثر طلباء کی کفالت
آپ کے ذمہ تھی۔

مولوی محمد صدیق مرحوم مختار: آپ دیسنہ کے بہت سرگرم کارکن تھے ہماری بستی
کی تمامتر علمی سرگرمیاں اُس وقت اُنہی کے دم سے وابستہ تھیں۔ ڈپٹی وحید مرحوم
آپ کے صاحبزادے تھے جو کہ ہونہار اور بلند اقبال تھے، انکی بے وقت موت نے مختار
صاحب کو بیحد ملول اور رنجیدہ کیا جسکی تاب نہ لا سکے اور اس دارِ فانی کو خیرباد کہا۔

حافظ سید محمد تجمل حُسین مرحوم: یہ نہایت خوش مزاج اور بذلہ سنج مولوی تھے۔
تقریر بڑی اچھی کرتے تھے مولانا فضل الرحمٰن قدس سرہٗ العزیز کے خلیفہ بھی تھے
بہت ہی خوش پوش و خوش باش تھے، آپ کی علمی صلاحیت مانی ہوئی تھی "ذکرِ
میلاد مولد ابی القاسم" اور "فضل رحمانی" انہی کی تصانیف ہیں جو مذہبی کتابیں ہیں۔
مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے سابق مدرس مولانا سید محمد قاسم صاحب انہی کے صاحبزادے
بقید حیات ہیں۔ حافظ محمد تجمل حسین صاحب بڑے زبردست عالم دین تھے، اس
وقت کے ملک کے سب سے بڑے عالم اور مورخ علامہ شبلی نعمانیؒ آپ کے
ہم جماعت اور دوست بھی تھے اکثر ندوہ جایا کرتے تھے، علامہ شبلیؒ اور آپ میں

کس قدر بے تکلفی تھی اس کا اندازہ آپ کو علامہ سید سلیمان ندویؒ کی اس تحریر
سے ہوگا جسے انھوں نے حیات شبلیؒ صفحہ ۸۸ پر قلمبند کیا ہے۔ رقمطراز ہیں

"مولوی حافظ تجمل حسین صاحب (دیسنوی بہاری) جو مولف کے ہم وطن
اور رشتہ میں چچا تھے، مولانا شبلیؒ کے ساتھی اور بعض بعض مدرسوں میں
ان کے رفیق تھے، ایک دفعہ لکھنؤ میں میرے سامنے دونوں کی ملاقات
ہوئی، اور بے تکلفی کی طالب علمانہ باتیں شروع ہوگئیں، مولانا نے حافظ
صاحب سے فرمایا کہ تم تو میرے شاگرد ہو میں نے تمکو قطبی (منطق کی ایک
کتاب) پڑھائی تھی" حافظ صاحب نے جواب دیا "تم مجھے قطبی پڑھاتے
تھے کہ بڑا اخفش بنا کر اپنی منطق صاف کرتے تھے" پھر حافظ صاحب نے
اپنا دوسرا احسان یاد دلایا کہ وہ یاد ہے جو سہارنپور کی جامع مسجد میں
تم سے اور مفتی عبداللہ ٹونکی سے مناظرہ ہوا تھا۔ اور پنجابی طلبہ انکے
ساتھ اور پوربی طلبہ تمھارے ساتھ تھے اور آخر مناظرہ نے مجادلہ
کی صورت اختیار کر لی، اور ہم لوگ تمکو اپنی حفاظت میں لیکر قیامگاہ
پر لوٹے وہ یہ کہہ رہے تھے اور مولانا مسکرا رہے تھے۔"

مولوی سید بشارت کریم مرحوم: علما کی صحبت کی وجہ سے مذہبی رنگ میں رنگے
ہوئے تھے دیسنہ کی خوبصورت مسجد اور امام باڑہ اُنھیں کی محنت اور جانفشانیوں کے
نتائج ہیں مسجد اور امام باڑہ کی تعمیر میں جو کچھ خرچ ہوا وہ اُنھوں نے بستی والوں سے
بطور چندہ یا عطیہ کے حاصل کیا سوائے اہل دیسنہ کے کسی غیر سے انہوں نے ان دونوں

کی تعمیر میں ایک خرمہرہ بھی قبول نہیں کیا۔ مگر اہل دیسنہ سے چندہ یا عطیہ لینے میں اتنے سخت گیر تھے کہ دیسنہ کے لوگ جہاں بھی ہوتے وہاں پہونچ جاتے تھے اور جبتک چندہ نہ دیتا تھا وہیں قیام کئے رہتے تھے ان کے صاحبزادے مولوی سید ابوطاہر صاحب وکیل اسوقت تک بقید حیات ہیں اور مسجد اور امام باڑہ کے معاملات میں اپنے والد مرحوم کے اسوۂ حسنہ کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

مولوی سید بشارت کریم مرحوم ۲۶ یہ بڑے جید عالم تھے، علم فقہ و علم حدیث اچھی جانتے تھے۔ پوری زندگی درس و تدریس میں گذار دی، مولویانہ رنگ میں رنگے ہوئے تھے، زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے اور بڑے ہی قناعت پسند تھے، ان کے صاحبزادے مولوی سید عبدالباری صاحب بقید حیات ہیں تقسیم ہند نے انکو کراچی پہونچا دیا ہے اور اب پورا گھرانہ کراچی ہی میں ہے۔

یہ تو تھے ماضی کے علمائے کرام جنہوں نے دیسنہ میں علمی مذاق رچایا۔ اور ادبی تحریک کی بنیاد ڈالی اب آپکو میں دور حاضرہ کے اُن اشخاص کے متعلق کچھ بتلاؤنگا جو کسی نہ کسی صورت میں علم و ادب اور قوم کی خدمت کرنے میں مصروف رہے ہیں۔

دور حاضرہ کے مشاہیر کے دو طبقے ہیں۔ اوّل اہل قلم دوئم اہل درس و تدریس۔ پہلے طبقے یعنی اہل قلم میں سب سے پہلا نام علامہ سید سلیمان ندویؒ کا آتا ہے۔ آپ کو کون نہیں جانتا، آپ کی شخصیت تو عالمگیر ہو چکی ہے۔ مختصر سوانح عمری پیش کرتا ہوں۔

سید سلیمان ندوی ۲۷

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی پیدائش سنہ ۱۸۸۵ء مطابق سنہ ۱۳۰۲ھ میں صوبہ بہار کے مشہور و معروف گاؤں دیسنہ میں ہوئی۔

آپ کے والد حکیم سید ابوالحسن بڑے متقی و پرہیزگار بزرگ تھے رات دن عبادت و ریاضت اور خدمت خلق میں اپنا وقت گذارتے تھے آپ کے دادا جناب حکیم محمد شیر عرف حکیم محمدی شیخ پورہ ضلع مونگیر میں طبابت کرتے تھے آپ باکمال حکیم تھے اور اپنے علاقہ میں بے حد مشہور تھے، آپ کے حالات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے۔

سید صاحبؒ کی ابتدائی اردو و فارسی، عربی کی تعلیم آپ کے بڑے بھائی مولوی حکیم سید ابوحبیب صاحب نے دی۔ پھر ایک سال تک پھلواری شریف ضلع پٹنہ میں تعلیم حاصل کرتے رہے اس کے بعد چند ماہ مدرسہ امدادیہ دربھنگہ (بہار) میں بھی تعلیم حاصل کی۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں مولوی محمد احسن صاحب استھانوی کے ہمراہ دارالعلوم ندوہ گئے اور وہاں چھ سال تک تعلیم کی تکمیل میں لگے رہے۔ اسوقت "ندوہ" کے اراکین میں مولانا سید محمد علی مونگیری، شاہ سلیمان صاحب پھلواروی اور مولانا شبلی نعمانیؒ تھے۔

سنہ ۱۹۰۳ء میں نواب محسن الملک مدرسہ تشریف لائے تھے۔ اس وقت سید صاحب نے اپنا لکھا ہوا عربی قصیدہ پڑھا جسے نواب صاحب کی مدح میں لکھا تھا، نواب صاحب نے بغور سُنا اور بے حد مسرور ہوئے لیکن انھوں نے فرمایا کہ وہ یہاں کے طلباء کی عربی دانی کے اسوقت تک قائل نہوں گے جبتک انکو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہاں کے طلباء

عربی اخبار سمجھ سکتے ہیں چنانچہ المؤید یا اللواء کا پرچہ منگوا کر سید صاحب کو دیا گیا اور ایک مضمون پڑھکر سمجھانے کو کہا گیا، آپ نے صحیح پڑھکر اس کا صحیح مطلب بیان کر دیا جس سے نواب صاحب بے انتہا خوش ہوئے۔ اور اسطرح اراکین مدرسہ کے دلوں میں سید صاحب نے گھر کرنا شروع کیا، اسی لئے ۱۹۰۴ء میں جب علامہ شبلی نعمانی رح مدرسہ کے ناظم ہوئے تو انھوں نے سید صاحب کو اپنی دامن تربیت میں لے لیا۔

سید صاحب کے اہل خاندان کی دلی تمنا تھی کہ آپ اپنے خاندانی روایات کو قائم رکھتے ہوئے علم طب حاصل کریں لیکن سید صاحب کو علم طب سے کوئی دلچسپی اور رغبت نہ تھی اس لئے آپ کا میلان طبع اس طرف نہیں تھا۔

۱۹۰۶ء میں علامہ شبلی رح پٹنہ تشریف لائے اسوقت اتفاقاً سید صاحب کے چچا ابو یوسف صاحب سے مولانا کی ملاقات ہوئی۔ دوران گفتگو میں انھوں نے عرض کیا کہ سید سلیمان کو نصیحت فرمائی جائے کہ وہ علم طب پڑھے تو مولانا نے فرمایا کہ آپ لوگ ان کو کیوں خراب کرتے ہیں، انکو میرے حوالہ کر دیجئے میں ان کی تربیت کر کے اپنے کام کا بنالونگا اور اسی دن سے سید صاحب مولانا کے حوالہ کر دئے گئے۔

مارچ ۱۹۰۷ء میں سید صاحب اور ان کے رفقا کی دستار بندی کے سلسلہ میں لکھنؤ میں ایک عام جلسہ ہوا۔ سید صاحب نے علوم قدیمہ وجدیدہ کے موازنہ پر ایک مضمون لکھکر پڑھا۔ حاضرین میں سے کسی صاحب نے فرمائش کی کہ تقریر عربی میں ہونی چاہیے تاکہ مدرسہ کی عربی تعلیم کا حال معلوم ہو چنانچہ سید صاحب نے

عربی میں تقریر کرنی شروع کی حاضرین متحیر اور مجمع مسحور تھا۔ لیکن اس شبہ کو دور کرنے کے لئے کہ تقریر پہلے سے تیار شدہ نہیں ہے، علامہ شبلی رح نے حاضرین سے موضوع انتخاب کرنے کی درخواست کی خواجہ غلام الثقلین نے ایک موضوع "ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیونکر ہو" منتخب کیا جس پر بغیر کسی تاخیر کے سید صاحب نے نہایت عمدہ فصیح و بلیغ عربی میں تقریر کی حاضرین محو حیرت رہگئے۔ اور داد و تحسین کے نعرے بلند ہوئے، علامہ شبلی رح اس قدر محظوظ ہوئے کہ اپنا عمامہ اتار کر شاگرد کے سر پر باندھ دیا۔ اور یہیں سے سید صاحب رح کی علمی و ادبی شہرت کی ابتدا ہوئی۔

۱۹۰۸ء میں آپ دار العلوم ندوہ میں علم کلام اور جدید عربی کے استاد مقرر ہوئے اس کے ایک سال بعد علامہ شبلی رح نے اپنے قائم کردہ شعبہ سیرت النبی میں آپ کو اپنا لٹریری اسسٹنٹ بنایا۔

۳۱ جنوری ۱۹۱۰ء میں دار العلوم میں ایک جلسہ ہوا۔ سر آغا خاں بھی تشریف لائے تھے اس جلسہ میں موصوف نے ایک عربی تقریر کی جس کا موضوع تھا علما کو جدید فلسفہ سیکھنا ضروری ہے۔ یہ تقریر بعد میں رسالہ "البیان" لکھنؤ میں شائع ہوئی۔

۱۹۱۰ء میں مولانا ابو الکلام کی دعوت پر "الہلال" کی ادارت میں شرکت کی، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ بلقان کی لڑائی چھڑی ہوئی تھی، اور مسجد کانپور کے واقعہ نے مسلمانان ہند کو بے حد متاثر کر دیا تھا۔ "مشہد اقدس" کے عنوان سے سید صاحب نے ایک انقلاب انگیز مضمون سپرد قلم کیا کہ گورنمنٹ نے اسے ضبط کر لیا،

لیکن جب سکون قائم ہوگیا تو آپ ندوہ چلے آئے۔

اپریل ۱۹۱۲ء میں دار العلوم کا اجلاس لکھنؤ میں سید رشید رضا کی صدارت میں ہوا۔ موصوف نے تصحیح اغلاط تاریخی کی رپورٹ سنائی اور انگریزی نصاب کی ان غلطیوں کے اقتباسات پیش کئے جیسے اسلام، پیغمبر اسلام، صحابہ کرام، قرآن پاک اور مسلمان بادشاہوں پر الزام لگائے تھے۔ حاضرین ان غلط باتوں کو سنکر بے چین ہوگئے۔

۱۹۱۲ء میں علامہ شبلیؒ کی خواہش سے دکن کالج پونہ کے پروفیسری کے عہدے کو قبول کیا اور پونا کے لئے روانہ ہوگئے۔

۱۹۱۴ء میں علامہ شبلیؒ کا انتقال ہوا مرنے سے قبل سید صاحب کو تار دیکر بلوایا اور وصیت کی کہ تمام کام چھوڑ کر سیرت کی تکمیل میں لگ جائیں چنانچہ موصوف سرکاری نوکری سے مستعفی ہوکر سیرت النبیؐ کی تکمیل میں لگ گئے۔ اور علامہ شبلیؒ کے بعد چھ ضخیم جلدوں کو پایہ تکمیل تک پہونچایا جس کا جواب آج دنیا کی کوئی دوسری زبان نہیں رکھتی۔

۱۹۱۴ء میں دار المصنفین کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے بانی مبانی علامہ شبلیؒ تھے، لیکن ادارہ کو ترقی کے اس منزل تک لانا علامہ سلیمان ندوی ہی کا کام تھا۔

اس ادارہ نے اسلامی علوم، فنون تاریخ نیز اردو زبان کے دیگر شعبوں سے متعلق متعدد کتابیں شائع کرکے اردو ادب کی بڑی خدمت کی ہے۔ سید صاحب اس ادارے کی ترقی و عروج کیلئے اپنی زندگی کا تقریباً تمام تر حصہ صرف کرتے رہے۔

۱۹۳۳ء میں شاہ افغانستان کی دعوت پر جو کہ کابل یونیورسٹی کے قیام کے سلسلے میں تھا موصوف ڈاکٹر اقبال اور سر راس مسعود کے ساتھ کابل تشریف لے گئے اور شاہ کے مہمان رہے وہیں سے آپ نے غزنی اور قندھار کا سفر بھی کیا۔

۱۹۳۵ء حیدر آباد دکن کے آئین فوجداری کی شرعی تدوین کی خدمت کیلئے سید صاحب ہی کو انتخاب کیا گیا۔ جسے آپ نے بحسن و خوبی انجام دیا۔

۱۹۳۷ء سے آپ خالص علمی و ادبی اور تعلیمی کاموں میں حصہ لینے لگے۔ اسی سال ہندوستانی اکاڈمی کے جلسہ منعقدہ الہ آباد کی صدارت کی، پھر دار العلوم ندوہ کے سکریٹری منتخب ہوئے (اسی کے) ساتھ ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد ہندوستانی کمیٹی صوبہ بہار، یونیورسٹی کورٹ علی گڑھ۔ جامعہ ملیہ دہلی۔ مدرسہ اگزامینیشن بورڈ پٹنہ کے ممبر بھی رہے۔

سیاسیات میں حصہ۔ سید صاحب جنگ بلقان اور واقعہ مسجد کانپور سے پہلے بالکل الگ تھلگ علم و ادب کی خدمت کا کام انجام دیتے رہے، طرابلس کی لڑائی اور مسجد کانپور کے واقعہ نے تمام مسلمانوں میں بےچینی اور ہیجان پیدا کردیا۔ موصوف بھی اس سے کافی متاثر ہوئے۔ اور کلکتہ میں ابوالکلام آزاد کے ساتھ رسالہ "الہلال" میں سرگرم عمل ہوگئے اس وقت کے الہلال کے مضامین سید صاحب ہی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہیں

۱۹۱۴ء میں جب ترکوں نے جنگ میں حصہ لیا۔ تو مسلمانوں کے بڑے بڑے رہنما قید و بند میں ڈال دئے گئے۔ مسلمانان ہند میں انتشار اور گھبراہٹ پیدا ہو چلی تھی

ایسے وقت میں مسلمانوں کی قیادت کے لئے جو نیا گروہ آگے بڑھا اسمیں ایک شخصیت سید سلیمان ندوی کی بھی تھی۔

سنہ ۱۹۱۵ء سے سنہ ۱۹۱۶ء تک آپ جناب مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے سیاسی تحریکات میں بڑے انہماک سے حصہ لیتے رہے۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں مجلس علماء بنگال کا جلسہ منعقد ہوا جو کہ اپنی نوعیت کا نہایت اہم جلسہ تھا۔ اس جلسہ کی صدارت کے فرائض کا کام آپ ہی نے انجام دیا۔ نظر بند رہنماؤں کے نام کھلے عام لئے گئے موصوف نے جو خطبہ صدارت پڑھا وہ بیحد موثر تھا۔

۱۹۱۹ء میں خلافت کے سب سے پہلے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں شرکت کی اور پھر ایسی مدلل جامع اور موثر تقریر کی کہ علما اور ارباب سیاست کے اعتراضات تقریباً ختم ہوگئے

سنہ ۱۹۲۰ء خلافت ڈپوٹیشن یورپ کے لئے روانہ ہوا۔ مولانا محمد علی مرحوم کی قیادت میں جانیکے لئے تین ممبران کا چناؤ ہوا جنمیں ایک آپ بھی تھے آپ اس سفر میں اٹلی، فرانس، اور انگلستان کے ارباب سیاست اور مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے رہنماؤں سے ملے اور حقوق ترکی کیلئے زبان وقلم سے جنگ کرتے رہے، دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء کے آخر میں کانگریس میں شامل ہوگئے۔ ترک موالات کے سلسلہ میں دوسرے اکابر اور رہنماؤں کے ساتھ سارے ملک کا دورہ کیا اسی اثنا میں خلافت کے سالانہ اجلاس منعقدہ میرٹھ کی صدارت کی۔

سنہ ۱۹۲۱ء میں کانگریس احمد آباد کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے اور پھر خلافت اور جمعیۃ العلماء ہند کے رکن چنے گئے۔

سنہ ۱۹۲۴ء میں شریف حسین اور ابن سعود کے درمیان جنگ کی ابتدا ہوئی حجاز پر ابن سعود قابض ہوگئے تو سید صاحب کو مسلمانان ہند نے ایک گروہ کی قیادت میں حجاز روانہ کیا وہاں پہونچکر آپ ابن سعود اور شریف حسین سے ملے۔ اور حجاز میں مسلمانان عالم کی ایک جمہوری حکومت کی قیام کی تجویز پیش کی لیکن جب گفتگو کو ناکام ہوتے دیکھا تو مصر پہونچے مصر کے علماء، فضلا اور سیاست دانوں سے ملے اور ان سے حجاز کے متعلق گفتگو کی نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ ازہر نے ان تجاویز پر رضامندی ظاہر کی۔ یہ مولانا کی بہت بڑی کامیابی ہوئی۔ اس زمانہ میں سنگھٹن اور شدھی کا زور تھا جسکی بنا پر دہلی میں خلافت کا ایک جلسۂ خاص منعقد ہوا حکیم اجمل خان صاحب کی خواہش پر موصوف نے ہی اسکی صدارت کی اور ہندو مسلمانوں کے تعلقات کی نسبت مسلمانوں کے خیالات کا اظہار کیا۔

اسی سال دوسرا وفد آپ کی سرگردگی میں حجاز روانہ ہوا جسکے ممبران محمد علی، شوکت علی اور شعیب قریشی تھے۔ اس موقع پر سلطان ابن سعود نے مسلمانان عالم کا جلسہ مکہ معظمہ میں منعقد کیا تھا۔ مصر، ترکی، یمن، اور افغانستان و دیگر ممالک اسلامی کے نمائندے آئے تھے۔ آپ کو اکثریت نے اجلاس کا نائب صدر چنا۔ کئی دنوں تک اجلاس ہوتا رہا اس درمیان میں اکثر آپ نے صدر کے فرائض انجام دیئے۔

سنہ ۱۹۲۶ء میں سید صاحب نے آل انڈیا فلسطین کانفرنس جسکا اجلاس دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ صدارت کی۔ اسطرح سنہ ۱۹۳۶ء تک آپ سیاست ہند اور سیاست اسلامی میں انہاک کے ساتھ مشغول رہے۔ اس کے بعد سیاست سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اور

خسایص علمی، ادبی اور تعلیمی تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔

مارچ سنہ ۱۹۴۳ء میں آپ کا قیام دار المصنفین میں تھا کہ آپ دل بڑھجانے کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ لیکن وقت پر اچھے معالج دستیاب ہوگئے اور مرض پر قابو پالیا گیا۔

اگست سنہ ۱۹۴۹ء میں سید صاحب حج کے لئے روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا قیام کافی دنوں تک رہا۔ دسمبر کے آخیر میں بمبئی پہونچے، وہاں پہونچکر علیل ہوگئے۔ صحت یاب ہونے پر بھوپال روانہ ہوگئے۔

سنہ ۱۹۵۰ء میں آپ کراچی گئے۔ اور وہیں مقیم ہوگئے

مارچ سنہ ۱۹۵۲ء میں ڈھاکہ ہسٹاریکل کانفرنس کی صدارت کی۔ لیکن وہاں کے طلبہ کی چند نازیبا حرکتوں پر سید صاحب بہت ملول خاطر ہوئے۔ ڈھاکہ سے کچھ دنوں کے لئے آپ ہندوستان اپنے منجھلے داماد کے یہاں فتحپور آئے۔ اور پھر کراچی روانہ ہوگئے

سنہ ۱۹۵۳ء کے آخیر میں آپ اُسی مرض میں مبتلا ہوگئے جسمیں سنہ ۱۹۴۳ء میں مبتلا ہوئے تھے۔ اور اُسی سال ۲۲ر نومبر بروز اتوار بوقت ½۷ بجے شام حرکت قلب بند ہوجانیکی وجہ سے رحلت فرما گئے۔

ادبی خدمات :- علم وادب سے سید صاحب کو شروع ہی سے گہرا لگاؤ تھا پھر خود دیسنہ کا علمی ماحول اور پھلواری شریف کی علمی صحبتوں نے اس ذوق کو بڑھا دیا۔ چنانچہ دربھنگہ کے مدرسہ امدادیہ کے داخلہ کے بعد وہاں کے طلبا کے جلسہ میں ایک لکچر

سُنائی جو مضمون کے لحاظ سے نہایت ٹھوس اور جامع تھی۔ مضمون سنکر حاضرین بیحد متاثر ہوئے۔

آپ کا سب سے پہلا مضمون "وقت" کے عنوان سے مخزن لاہور سنہ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا، اسی سال آپ نے ایک دوسرا مضمون "علم اور اسلام" کے عنوان سے تحریر کیا جو اپنے وطن مالوف کی "انجمن الاصلاح" کے سالانہ جلسہ میں پڑھا۔ جسے اہل علم حضرات نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا، اور جو علی گڑھ منتھلی میں شائع ہوا۔ اسی زمانہ میں ایک مضمون علم حدیث پر تحریر کیا جو کہ رسالہ "الندوہ" میں شائع ہوا۔ مضمون نہایت عمدہ پیرایہ میں تھا۔ اور یہی مضمون سید صاحب کی شہرت کا پیش خیمہ ہوا۔ مختلف وقتوں میں آپ نے الندوہ کی ادارت بھی کی۔

پہلی مرتبہ ۱۹۰۶ء سے مارچ ۱۹۰۸ء تک۔ دوسری مرتبہ اگست ۱۹۰۸ء سے فروری ۱۹۱۰ء تک
تیسری مرتبہ اگست ۱۹۱۱ء سے مئی ۱۹۱۲ء تک اس کے بعد رسالہ مذکور بند ہوگیا۔ جنوری سنہ ۱۹۰۴ء سے آپ نے رسالہ الندوہ پھر نکالا اور اسکی ذمہ داری اپنے بعض ندوی دوستوں کے سپرد کی۔

سنہ ۱۹۱۰ء میں موصوف "الهلال" کی ادارت میں شامل ہوگئے۔ اور وہاں رہکر "الهلال" میں جو مضامین آپ نے تحریر کیا وہ آج اُردو ادب کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں ایک مضمون "اسلام اور پردہ" کے عنوان سے تحریر کیا جو اسلامی دنیا میں بے حد پسند کیا گیا۔

سنہ ۱۹۱۵ء میں انجمن ترقی اُردو کے سالانہ اجلاس منعقدہ پونہ کے آپ

صدر رہے۔ جلسہ میں جو خطبہ صدارت آپ نے پڑھا۔ وہ بہت اہم اس وجہ کر ہے کہ تاریخ اُردو کا بہترین مواد اس خطبہ میں فراہم کر دیا گیا ہے۔

رسالہ معارف ۱۸۹۸ء سے لیکر ۱۹۰۲ء تک حاجی محمد اسمٰعیل و وحیدالدین صاحبان کی ادارت میں نکل کر بند ہو گیا ۱۹۱۶ء سے موصوف نے اسکو دوبارہ جاری کیا اور اس وقت سے دسمبر ۱۹۴۹ء تک آپ اس کے ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لوگ جانتے ہیں کہ معارف زبان اُردو کا ہندوستان میں بہترین رسالہ ہے۔ جو تحقیقی، تنقیدی، تاریخی، سیاسی، مذہبی ادبی و فلسفیانہ مضامین کا بہترین مواد پیش کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا ایک بہت بڑے محقق عظیم الشان مصنف اور زبردست عالم دین اور مفسر تھے، آپ ایک ہی وقت میں محقق بھی تھے مفکر بھی، محدث بھی تھے فقیہ بھی، بلند پایہ مورخ تھے تو فلسفی بھی، اگر اپنے زور قلم کا جواب نہیں رکھتے تھے تو بہترین مقرر بھی تھے، تحقیق پر جسقدر گہری اور وسیع نظر تھی انتہائی شعر و شاعری سے شغف رکھتے تھے۔ مورخ کی حیثیت سے آپکا مرتبہ بہت بلند تھا۔ وسعت معلومات کا یہ عالم تھا کہ مستشرقین بھی آپ کا لوہا مانتے تھے چنانچہ مشہور مورخ فلپ ہیٹی نے اپنی تصنیف "تاریخ عرب" میں سید صاحب کا حوالہ دیا ہے۔ دنیائے اسلام کے بڑے بڑے علماء، فضلا، اور محققین بھی آپکے معتقد تھے، شاعر مشرق علامہ اقبال اپنی بہت سی مذہبی اُلجھنوں کا حل بھی آپ ہی کے یہاں پاتے تھے۔

تصانیف:۔ آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

۱۔ دروس الادب۔ یہ سید صاحب کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو ۱۹۱۲ء میں شائع ہوئی۔ اسمیں عربی زبان کے دو ریڈرس ہیں۔

۲۔ لغات جدیدہ۔ یہ عربی زبان کی ڈکشنری ہے جسکو آپ نے علامہ شبلیؒ کے اشارہ پر لکھکر ۱۹۱۳ء میں شائع کیا۔

۳۔ ارض القرآن۔ یہ کتاب دو جلدوں میں منقسم ہے پہلی جلد ۱۹۱۵ء میں اور دوسری جلد ۱۹۱۸ء میں پایۂ تکمیل کو پہونچی۔

۴۔ سیرت حضرت عائشہؓ۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں نواب سلطان جہاں والی بھوپال کی فرمائش پر یہ کتاب لکھی۔ اس کتاب کے معاوضہ میں سرکار عالیہ نے پانچسو روپیہ کا انعام آپ کو پیش کیا۔ کتاب بیحد مقبول ہوئی اس کتاب کا ترجمہ ترکی و فارسی زبان میں ہو چکا ہے۔

۵۔ سیرت النبی۔ سیرت النبی سات ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ جسکی چھ جلدیں آپ ہی کی لکھی ہوئی ہیں۔ یہ جلدیں اسلامی معلومات کا خزانہ ہیں اور کسی دوسری زبان میں اس کا جواب نہیں۔ عربی، فارسی، ترکی زبان میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

۶۔ حیات امام مالکؒ۔ یہ کتاب حضرت امام مالک اسلام کے محدث اعظم و فقیہ معظم کی سوانح عمری ہے۔

۷۔ خطبات مدراس۔ یہ سید صاحب کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے

اسلامی جنوبی کانفرنس کی فرمائش پر ۱۹۲۶ء میں مدراس میں دئے تھے۔ یہ مجموعہ بید مقبول ہوا۔ ان خطبات کے معاوضہ میں کانفرنس نے ایک ہزار روپیہ کا عطیہ آپ کو پیش کیا۔

۸۔ **عرب و ہند کے تعلقات**۔ یہ مجموعہ بھی آپ کی محققانہ خطبات کا مجموعہ ہے جسے انھوں نے ہندوستانی اکاڈمی الہ آباد کی فرمائش پر ۱۹۲۶ء میں پڑھا تھا۔ اکاڈمی نے ایک ہزار روپیہ بطور معاوضہ پیش کیا۔ کتاب مذکور کا ترجمہ انگریزی و ہندی زبانوں میں ہو چکا ہے

۹۔ **عربوں کی جہاز رانی**۔ ۱۹۳۱ء میں گورنمنٹ بمبئی کے محکمہ تعلیم کی سرپرستی میں انجمن اسلام ہال بمبئی میں پڑھا۔ اس پر حکومت بمبئی نے ۵۰۰ روپیہ کا عطیہ پیش کیا۔ انگریزی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

۱۰۔ **خیام**۔ یہ کتاب علامہ سید سلیمان ندوی کے ان مقالوں کا مجموعہ ہے جسے انھوں نے آل انڈیا اورنٹیل کانفرنس پٹنہ دسمبر ۱۹۳۰ء میں پڑھا۔ اور حکیم خیام کے چند غیر مطبوعہ رسائل اور رباعیات کے ساتھ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا۔

اس کتاب کی داد غیر ممالک ایران، کابل و یورپ کے علماء و فضلائے دی۔ فردوسی کی ہزار سالہ برسی پر حکومت افغانستان نے جو تحائف ایران کو دیئے اس میں ایک "خیام" بھی تھا۔ ہندوستانی اکاڈمی نے اسکو سال کی بہترین کتاب قرار دیکر پانچسو روپیہ ۵۰۰ کا انعام موصوف کو دیا۔

۱۱۔ **رحمتِ عالم**۔ موصوف کی یہ کتاب عورتوں اور بچوں کے مذہبی عقائد کو مضبوط کرنے کے لئے بہترین ہے۔

۱۲۔ **بہادر خواتین اسلام** یہ کتاب مسلمان عورتوں کی بہادری اور ہمت و استقلال پر روشنی ڈالتی ہے۔

۱۳۔ **نقوش سلیمانی** یہ کتاب آپ کی ہندوستانی و اردو و ادب کے متعلق تحریروں اور تقریروں کا مجموعہ ہے۔ جو کہ ۱۹۳۴ء میں نقوش سلیمانی کی صورت میں شائع ہوئی۔

۱۴۔ **برید فرنگ**:۔ یورپ سے آپنے دوستوں کے نام جو خطوط تحریر کئے انکا مجموعہ ہے۔

۱۵۔ **حیات شبلیؒ**:۔ سید صاحب کی آخری تصنیف ہے اسمیں اپنے استاد مکرم کی پوری سوانح عمری قلمبند کی ہے۔ اور ساتھ ساتھ انکی علمی و عملی کارناموں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۴۳ء میں مطبع معارف اعظم گڈھ سے شائع ہوئی۔

شاعری

سید صاحب کو شعر و شاعری سے بھی کافی دلچسپی تھی۔ آپ اکثر عربی، فارسی اور اردو میں شعر کہا کرتے تھے۔ لیکن آج بہت ہی کم لوگ انھیں بحیثیت شاعر جانتے ہیں۔ علامہ شبلیؒ کے حادثہ پاؤں پر سبھوں نے بہت کچھ لکھا۔ سید صاحب بھی بہت متاثر تھے انھوں نے بھی کچھ لکھا لیکن استاد کی تنقیدی نگاہ سے ڈر کر پیش نہ کر سکے۔ لیکن موقع کی تلاش میں تھے چنانچہ جبکہ "موازنہ انیس و دبیر" شائع ہوئی تو اسی کو پیش نظر رکھکر آپ نے کہا ؎

تنقید مراثی کے صلہ میں استاد ۔۔۔ دربار حسینی نے سعادت بخشی
سر سے بھی کام تھا لینا باقی ۔۔۔ اسواسطے پاؤں کو شہادت بخشی

اعظم گڈھ سے رخصت ہوتے وقت آپنے معذرت کے طور پر چند عربی اشعار کہے مطلع تھا

نرع اعترف منک بحر الفضل والحکما ۔۔۔ واقتبس منک شمس العلم والعلما

(ترجمہ) اے فضل و حکمت کے سمندر مجھے چلو بھر پانی پینے دو۔ اور اے علم اور عالموں کے آفتاب مجھے اپنے سے روشنی حاصل کرنے دو۔

دوسرا عربی قصیدہ استاد کی صحت یابی کی خوشی میں لکھا جو کہ "الندوۃ" دسمبر ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔ آپ نے اشعار بہت کم کہے لیکن جو کچھ کہا وہ ماحول اور واقعات سے متاثر ہو کر، چنانچہ اس کا اعتراف اپنے مضمون "سفر گجرات کی چند یادگاریں" میں کرتے ہیں "سفر کے اثنا میں جب بھڑوچ پہونچا اور نربدا کے کنارے آکر کھڑا ہوا تو تخیل کی آنکھوں نے ۱۳۲۶ برس قبل کی تصویر آنکھوں کے سامنے کر دیں اور گو میں شاعر نہیں مگر جذبات کے تلاطم نے موزوں ترانہ کی صورت اختیار کرلی" (چند اشعار ملاحظہ ہوں)

نربدا

نربدا، اے نربدا! اے جادۂ بحر عرب	گرچہ تو ہندی ہے لیکن زادۂ بحر عرب
جانتا ہے تو مری تاریخ کا پوشیدہ راز	تیرے دروازہ پہ ٹھہرا تھا مرا پہلا جہاز
تو گذشتہ کاروانوں کا نشان راہ ہے	ہند میں اسلام کی تاریخ سے آگاہ ہے
رشتۂ ہند و عرب تجھ سے ہوا تھا استوار	تیرے ساحل کا ہر ایک ذرہ ہے اسکی یادگار
ہند میں اسلام کے انجام کا آغاز تو	چار صدیوں تک رہا اسلام کا دمساز تو
آج کسکو یاد ہے وہ داستان باستاں	تیرے ساحل پر جب اترا تھا عرب کا کارواں

اسطرح اکثر آپ اشعار کی صورت میں اپنی دلی تاثرات کو وقتاً فوقتاً پیش فرماتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء بمبئی میں جب کانگریس اور مسلم لیگ کا اجلاس ہوا، مسلم لیگ اور کانگریس کے رہنما اس موقع پر ایک دوسرے سے ملے اور ایک دوسرے

کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ سید صاحب نے بھی ان دونوں اجلاس میں شرکت کی، اور ان دونوں موقعوں پر آپ نے ایک ایک نظم قلمبند کی

اسطرح جبکہ آپ ۱۹۲۹ء میں حج کیلئے مدینہ منورہ گئے تو حاضری مدینہ منورہ پر ایک نظم لکھا۔ اور وہاں سے واپسی پر بھی ایک نظم تحریر کیا۔ طوالت کی غرض سے ان نظموں کو یہاں پیش نہیں کر رہے ہیں۔ پہلی نظم کا آخری شعر ملاحظہ ہو

بجھ جائے تری چھینٹوں سے اے ابر کرم آج	جو آگ مرے سینہ میں مدت سے دبی ہے

دوستی:- علامہ سید سلیمان ندوی کے دوستانہ تعلقات نہ صرف ہندوستان بلکہ ایشیا و یورپ کے دیگر مقامات میں بھی قائم تھے۔ اگر ہندوستان میں مولانا محمد علی، شوکت علی، مہاتما گاندھی، پنڈت موتی لال نہرو، سروجنی نائیڈو، علامہ اقبال، ابوالکلام آزاد و جواہر لال نہرو وغیرہ سے گہرے مراسم تھے تو دوسری طرف مدینہ منورہ، قاہرہ، کابل، ترکی، فلسطین و بلقان کے مشاہیر علماء و فضلاء اور شعراء بھی آپ کے گرویدہ تھے، مشہور عالم سید رشید رضا مصری جو دنیا کے بڑے انسانوں میں گنے جاتے ہیں آپ کے حلقۂ احباب میں سے تھے۔ اسطرح پروفیسر ارنلڈ، ایڈورڈ براؤن، مارگولیتھ، نکلسن، ادبری، محمد خان عبدالوہاب (پیرس) موسیٰ گناں ہوشئے اور نیویارک کے اکثر مشاہیر سے بھی آپ کے بڑے اچھے تعلقات تھے۔

وطن سے دلچسپی۔ سید صاحب کو اپنے وطن سے بیحد دلچسپی تھی، آپ کا ارادہ تھا کہ زندگی کے آخری ایام دیسنہ ہی میں رہکر گذاریں، آپ نے اپنے لئے مردانہ نشست کا بنگلہ بنوایا تھا جسکے لئے معمار اعظم گڈھ ہی سے بلائے گئے تھے۔ اور جس کی

تعمیر کی دیکھ بھال خود کرتے رہے۔ اب اس بنگلہ میں دیسنہ اسٹوڈنٹس کانفرنس کی طرف سے جلسۂ میلاد النبی، مجلس بحث و مباحثہ و دیگر جلسے ہمیشہ منعقد ہوتے رہتے ہیں، دیسنہ کے نوجوان اسے "نشیمن" کے نام سے پکارتے ہیں۔

اور تمام تر علمی ادبی اور سوشیل کام کتب خانہ کے بعد وہیں انجام دیے جاتے ہیں۔

آپ نے جی رائن ندی کے کنارے (اسی ندی پر دیسنہ واقع ہے) ایک خوبصورت باغ لگایا ہے جسمیں ملیح آباد کے عمدہ آم لگائے گئے ہیں۔ موسم گرما میں جبکہ آپ دیسنہ تشریف لاتے تھے۔ تو روزانہ شام کو معمول ہوتا کہ اپنے چند احباب مولوی عبد النعیم صاحب مولوی عبد الحکیم صاحب، مولوی نجم الہدیٰ صاحب وغیرہ کیساتھ باغ میں چہل قدمی کی غرض سے جایا کرتے۔

"الاصلاح لائبریری" دیسنہ سے بھی آپ بیحد دلچسپی رکھتے تھے۔ "نور محمدی" کی تمام جلدیں آپنے کتب خانہ کو اس غرض سے عطا کر دیں کہ اس کے پیسے کتب خانہ کی دوسری ضروریات میں کام آئیں۔ اسطرح "خطبات مدراس" کی پانچسو جلدیں کتب خانہ کو عطا کی گئیں۔

دیسنہ جب تشریف لاتے تو اکثر بعد نماز ظہر کتب خانہ تشریف لاتے اسوقت راقم الحروف کتب خانہ کی کتابوں، رسالوں کی صفائی کیا کرتا تھا۔ آپ پرانے رسائل "وکیل" وغیرہ دیکھا کرتے اور اکثر "وکیل" میں اپنے چھپے ہوئے مضامین کی طرف اشارہ کرتے اور کہتے کہ "انھیں پڑھ جاؤ"

مغرب کی نماز کے بعد آپ مسجد میں بیٹھکر آیات قرآنی کی تفسیر فرمایا کرتے تھے اور یہ روزانہ کا معمول تھا۔

آپ کی انتقال سے یوں تو تمام ادبی حلقوں میں رنج و افسوس کا اظہار کیا گیا لیکن دیسنہ کے باشندگان بیحد متاثر ہوئے۔ چنانچہ باشندگان دیسنہ مقیم ڈھاکہ نے "سلیمان اکیڈمی" کی بنیاد ڈالی اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ انکی تصانیف کا انگریزی ترجمہ کیا جائے۔ دیسنہ اسٹوڈنٹس کانفرنس بھی اس بارے میں سوچ رہی ہے کہ کوئی ایسی یادگار قائم کی جائے۔ جو علامہ کے رتبہ کے مطابق ہو۔

آخر میں ہم اس مضمون کو موصوف کے ایک عربی قصیدہ کے ایک شعر پر ختم کرتے ہیں جسکو انھوں نے اپنے استاد کی صحت یابی پر کہا تھا۔

جادت یمینک بالاسفار من قلم به غدی درة ما کان مخشلبا

تیرے ہاتھوں نے تصنیفات کی سخاوت ایک ایسے قلم سے کی۔ جس سے کوڑی بھی رتبہ پاکر موتی بن گئے۔

علامہ موصوف کے علاوہ پروفیسر سید ابو ظفر ندوی۔ پروفیسر نجیب اشرف ندوی، مولوی عبد الحکیم رحمانی، مولوی بشیر الحق بسمل، حکیم مولوی سید نجم الہدیٰ ندوی، صباح الدین عبد الرحمن، مولوی سعید الحق عاشق، سید شہاب الدین دسنوی سید مصباح الہدیٰ، سید عبد المجی رضا صاحبان ہیں۔ ان کے حالات زندگی مختصر پیش کرتا ہوں۔

مولوی سید ابو ظفر ندوی ۔ آپ کی ولادت ۳ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ بروز بدھ دیسنہ میں ہوئی۔ مولوی مقصود صاحب انکے پہلے استاد تھے۔ کچھ دنوں کے بعد پٹنہ اپنے ماموں صغیر الحق صاحب کے یہاں چلے گئے۔ اور انھیں کی زیر نگرانی اُردو و فارسی کی تعلیم پائی۔ پھر دیسنہ چلے آئے اور اپنے والد مولوی سید ابو حبیب صاحب (علامہ سید سلیمان ندوی کے بڑے بھائی) سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ تقریباً بارہ برس کی عمر میں دار العلوم ندوہ میں بغرض تعلیم بھیجدئے گئے۔ ابتدا میں آپکی طبیعت پڑھنے لکھنے کی طرف مائل نہ تھی، فٹ بال، کرکٹ، ہاکی و دیگر ورزشی کھیلوں سے بیحد دلچسپی تھی۔ اِس لئے کھیلوں کی انھیں چیزوں میں مشغول رہتے تھے۔ لیکن کچھ دل شکن واقعات نے آپ کو پڑھنے کی طرف متوجہ کیا۔ اور آپ نے پڑھنے لکھنے سے بیحد دلچسپی لینی شروع کی۔ سنہ ۱۹۱۱ء میں ندوہ کی تعلیم ختم ہوئی۔ اِس کے بعد "مسلم شریف" اور "ترمذی شریف" کی تعلیم حاصل کی۔ اِسی اثنا میں آپنے مضمون بھی لکھنا شروع کیا چنانچہ پہلا مضمون "تقدیر" پر رنگون (برما) کے رسالہ "الرفیق" میں شائع ہوا۔ چونکہ تاریخ سے کافی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ اسلئے تاریخی مضامین بھی لکھنا شروع کیا۔ اور اصلاح علامہ شبلیؒ سے لینے لگے۔ ان کا سب سے پہلا تاریخی مضمون "ابو العتاہیہ" شاعر کی سوانح عمری پر تھا۔ ملازمت کے سلسلہ میں جو دلچسپ بات ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے انکو پہلی جماعت کی تعلیم سپرد کیگئی پھر دوسری جماعت پھر تیسری، مڈل، میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے کی تعلیم درجہ بدرجہ دیتے رہے اور آپ ڈاکٹر کی ڈگری لینے والے طلبہ ان سے مشورہ لیتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی سے بھی عالم کا درجہ پاس کر کے سند لی۔ اور آپ

بمبئی، گجرات دونوں یونیورسٹیوں نے ایم اے کی تعلیم دینے کی سند مرحمت فرمائی ہے۔ آپ بہار، الہ آباد، بمبئی، گجرات، کے یونیورسٹیوں کے ممتحن رہا کرتے ہیں۔ انکی سب سے پہلی ملازمت ملتان میں ہوئی۔ پھر رنگون گئے۔ وہاں سے بمبئی چلے آئے کچھ عرصہ کے بعد گاندھی کالج (ودّیا پیٹھ احمد آباد) میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ اِس کے بعد ٹیگور کالج (شانتی نکیتن کلکتہ) میں بحیثیت لکچرر مقرر ہوئے۔ کلکتہ سے احمد آباد چلے آئے۔ یہاں "ودیا سبھا احمد آباد" میں پوسٹ گریجویٹ ڈیپارٹمنٹ میں ایم اے کلاس کی تعلیم اور تحقیقی کاموں میں مصروف ہیں۔

تصنیفات ۔ مولانا موصوف کی سب سے پہلی تصنیف "منتخبات اردو" ہے جو ودّیا پیٹھ کے ایف اے اور بی اے کے کورس کے طور پر لکھی گئی ہے۔ اور اسی کے ساتھ "سفرنامہ برہما" اور "برمی بول چال" تصنیف کی گئی۔ اِس کے بعد تالیف اور تراجم کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ آجتک جاری ہے۔ اسوقت تک تالیف اور تراجم کی کل تعداد اٹھائیس ۲۸ ہے۔ انمیں سے یہ کتابیں خاص طور پر اہم ہیں۔

۱۔ تاریخ گجرات جلد اول، جلد دوم جلد سوئم تاریخ بوہرہ۔ تاریخ سندھ تاریخ آل سبکتگین، مظفر شاہی، گجرات کی تمدنی تاریخ، مواد تاریخ گجرات، سنسکرت کتابوں کا فارسی ترجمہ، گجرات کے فارسی مصنفین، ترجمہ ظفر الوالہ (جلد اول) وغیرہ۔

پروفیسر نجیب اشرف ندوی - پروفیسر نجیب اشرف ندوی کے والد بزرگوار ڈاکٹر سید محمد مبین مرحوم و مغفور متوطن دیسنہ آرموری ضلع چاندہ (سی-پی) کے سرکاری ڈاکٹر تھے۔ ندوی صاحب کی ولادت باسعادت ۶ر جون ۱۹۰۱ء میں وہیں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم زبان مرہٹی میں ہوئی اور اسی زبان میں انھوں نے ورناکلر فائنل کا امتحان پاس کیا۔ قرآن شریف اور اردو فارسی کی تعلیم خانگی طور پر حاصل کی۔ ۱۹۰۹ء میں انکے والد صاحب مرحوم نے انکو ندوہ بغرض تعلیم بھیجدیا۔ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ جو اُس وقت ندوہ میں معلم تھے ان کے نگراں اور اتالیق تھے۔ یہ شروع ہی سے ذہین اور پڑھنے لکھنے میں ہوشیار تھے۔ جبکہ علامہ شبلی نعمانیؒ اپنی کتاب "سیرت النبی" لکھ رہے تھے تو ندوی صاحب ان سے "بلوغ المرام" کا سبق لے رہے تھے۔ اس لئے اُنھیں علامہ شبلیؒ کے شاگرد ہونے کا بھی فخر حاصل ہے۔

اس کے بعد ۱۹۱۳ء میں انکی انگریزی تعلیم کا دور شروع ہوتا ہے۔ علم کے اس میدان میں بھی آپ پیش پیش رہے۔ اور میٹرک اور آئی۔ اے کے امتحانات میں اول درجہ کی کامیابی حاصل کی۔ اور سرکاری وظائف حاصل کئے۔ بی اے کا امتحان پٹنہ کالج سے دینے والے تھے، مگر نہ دے سکے کیونکہ اسوقت ترک موالات کی تحریک کا بڑا زور تھا اس لئے اسوقت کے طالبعلم بھی اپنی تعلیم کو خیرباد کہکر جوق در جوق اس تحریک میں حصہ لے رہے تھے۔ انھوں نے بھی اپنی تعلیم کو ترک کردیا۔ اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ اس تحریک میں حصہ لیا۔ اس زمانہ کی انکی دو تصویریں ہمارے کتب خانہ میں بحفاظت رکھی ہیں۔ ایک تصویر میں ندوی صاحب عبا، ٹوپی اور

چپل میں ہیں، گردن میں ایک جھولا لٹکا ہوا ہے جس پر "خلافت" لکھا ہوا ہے جو تصویر میں نمایاں ہے۔ دوسری تصویر جناب بی اماں (والدہ مولانا محمد علیؒ) کے ساتھ کی ہے۔ ۱۹۲۰ء میں آپ دار المصنفین اعظم گڈھ گئے۔ جہاں انکا محبوب مشغلہ علمی، ادبی اور تحقیقی کاموں سے دلچسپی لینا تھا۔ اسطرح انکی انگریزی تعلیم کا سلسلہ چار سال تک منقطع رہا۔ اس درمیان میں انھوں نے بہت سی علمی ادبی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ اور بہت ہی سرگرم قومی کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے گاندھی جی کے ساتھ بھی انھوں نے عرصہ تک کام کیا۔ اور ہندوستانی "پرچار سبھا" کی ترقی میں بڑی شد و مد کے ساتھ حصہ لیا۔ زبان کے سلسلہ میں وہ مہاتما گاندھی کے ہم خیال تھے۔

ترک موالات کا زور جب کم ہوا تو انھوں نے بی۔ اے میں داخلہ دوبارہ لیا۔ اور ۱۹۲۴ء میں بی اے کے امتحان میں درجہ اول سے کامیاب ہوئے۔ یونیورسٹی نے ۷۵ روپے ماہوار بطور وظیفہ عطا کیا۔ ۱۹۲۶ء میں۔ ایم۔ اے میں فرسٹ کلاس فرسٹ ہوئے اور اسطرح اپنے ساتھیوں میں گوئے سبقت لے گئے۔ یونیورسٹی نے ان کے اول آنے کے اعزاز میں ایک طلائی تمغہ اور دوسو (۲۰۰) روپے کی کتابیں عطا کیں۔ اختتام تعلیم کے بعد بحیثیت رفیق دار المصنفین اردو ادب کی خدمت کرنے لگے اس کے بعد ۱۹۳۰ء میں گجرات کالج احمد آباد میں شعبۂ فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے پھر ۱۹۳۱ء میں اسمٰعیل یوسف کالج کے شعبۂ اردو کے پروفیسر ہوگئے۔ اور اس کے بعد سے وہیں ہیں۔ وہاں سے سینکڑوں طلبہ انکی علمی، ادبی صلاحیت سے مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ صوبہ بمبئی میں انجمن ترقی اردو کی بنیاد ان ہی نے ڈالی۔

اور عرصہ تک اسکے سکریٹری بھی رہے۔ رسالوں میں مضامین آپ شروع ہی سے
لکھتے رہے ہیں جنمیں علمیت تحقیق اور تنقید کا عنصر بدرجہ اتم موجود رہتا ہے۔ انکی زبان
میں سادگی، اور صحیح اُردو کا نمونہ پایا جاتا ہے۔ ان کا سب سے پہلا مضمون دسمبر ۱۹۱۶ء
کے رسالہ "زمانہ" میں شائع ہوا۔ جو کافی مقبول ہوا۔ اس کے بعد ان کے مضامین "معارف"
"اُردو"، "ندیم" اور دیگر اُردو رسالوں میں شائع ہوتے رہے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ
رقعاتِ عالمگیری اور اس کا مقدمہ ہے۔ جس نے ان کی شخصیت کو اُجاگر اور ایک بلند پایہ
محقق ثابت کر دیا ہے۔ "گجرات میں اُردو" کے نام سے ایک کتاب ترتیب دے رہے
تھے۔ لیکن افسوس چند وجوہ کی بنا پر اسکو پایۂ تکمیل تک نہ پہونچا سکے۔ اُردو
ادب سے ان کو کافی شغف رہا ہے۔ اور قومی خدمت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔
کتب خانہ الاصلاح کی ترقی اور توسیع میں ان کا بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔ اکثر
نادر کتابیں آج کتب خانہ الاصلاح کی زینت بنی ہوئی ہیں جو ان ہی کی عطا کردہ
ہیں۔ انہوں نے ایک زمین جیرائن ندی کے کنارے اس لئے خریدی ہے کہ کالج کے فرائض
سے سبکدوش ہو کر دیسنہ ہی میں اپنا ایک مکان بنائینگے اور بقیہ زندگی سکون
کے ساتھ گذارینگے۔ اور اپنی مشغولیتوں کا مرکز کتب خانہ کو بنائینگے۔ حقیقت یہ ہے
کتب خانہ مذکور کو سے آپ کو بیحد دلچسپی ہے۔ کچھ عرصہ ہوا جبکہ میں ان سے ملنے اندھیری
(بمبئی) گیا ہوا تھا تو دوران گفتگو میں اُنھوں نے کہا کہ ۱۹۵۴ء کے موسم گرما کی
تعطیل میں کتب خانہ الاصلاح کی گولڈن جوبلی منائی جائے۔ میں نے کہا کہ ہم نوجوان
بالکل تیار ہیں۔ آپ اپنے آنے کا وعدہ کیجئے۔ اسپر انھوں نے پر زور طریقہ پر

دیسنہ آنے کا وعدہ کیا پھر کتب خانہ دیسنہ اور دوسری چیزوں کے متعلق گفتگو
ہونے لگی، انھوں نے دیسنہ کے کتب خانہ کے قیام کا پس منظر، دیسنہ کے باشندوں
کی روایتی محبت والفت، انکی بلند پایہ تہذیب، ان کا مشرقی ادب سے لگاؤ بیان
فرمایا۔ دیر تک گفتگو ہوتی رہی، اسی سلسلہ میں "نشیمن" کا ذکر آگیا جس کے
متعلق میں نے کہا خود علامہ مرحوم کا یہ خیال تھا کہ انکی یہ مردانہ نشست گاہ علمی
ادبی، سماجی، معاشرتی تحریکوں کا مرکز ہو۔ تو ان کو بہت خوشی ہوئی

سچی بات تو یہ ہے۔ کہ نجیب اشرف ندوی محتاج تعارف نہیں،
ہیں۔ انکو آج ایک عالم جانتا ہے۔ بمبئی کا مشہور و معروف ادارہ انجمن اسلام
اُردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے ڈائرکٹر بھی ہیں، ان کی سرپرستی میں اُردو کا
مشہور و معروف سہ ماہی رسالہ "نوائے ادب" شائع ہو رہا ہے
اس کے علاوہ آپ بمبئی یونیورسٹی میں فیلو ہیں، اور اُردو کونسل اور سینیٹ
کے ممبر ہیں۔

مولوی سید عبدالحکیم صاحب رحمانی ۔ ابتدائی تعلیم ختم کرنیکے بعد آپ فکر معاش کی تلاش میں کچھ دنوں تک دسنہ کے باہر رہے۔ لیکن دسنہ اور کتب خانہ کی کشش نے آپ کو زیادہ دنوں تک باہر نہ رہنے دیا۔ دسنہ واپس چلے آئے۔ اور ایک مطب کھولا۔ آپ چونکہ ایک اچھے طبیب ڈاکٹر احمد کریم صاحب کے ساتھ عرصہ تک رہے اس لئے انکے طبی تجربات میں بیحد وسعت آگئی اس لئے حصول معاش کیلئے آپنے دسنہ ہی اپنا ذاتی مطب قائم کرلیا۔ اور ہومیوپیتھک وایلوپیتھک معالجہ سے کام شروع کیا، اور تھوڑی ہی مدت میں قرب وجوار میں کافی شہرت پیدا کرلی۔ دُور دُور سے لوگ علاج کی غرض سے آپ کے پاس دسنہ آنے لگے۔ اس طرح اس مطب نے فکر معاش سے ایک حد تک بے فکر کردیا۔ اپنی زمانہ طبابت میں دو اصولوں پر سختی سے پابند رہے بستی والوں سے کبھی فیس نہیں لیا۔ اور غرباء کا علاج مفت کیا۔ مطب کے بعد جو کچھ وقت ملتا اسکو کتب خانہ کی خدمت میں صرف کرتے اور اسکی ترقی کی فکر میں لگے رہتے۔ نایاب کتابوں کی تلاش، اور نئی کتابوں ورسالوں کا واخبارات کو منگانا۔ اور جاری کرانا آپکا محبوب مشغلہ ہوگیا۔ دسنہ کے لوگوں میں آپ اس قدر محبوب ہیں کہ جس کسی کو آپنے کسی کتاب کو خرید کرکے کتب خانہ کو عطیہ کرنیکے لئے کہا اُس نے انکار نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ دسنہ کے سرسید ہیں، آپ ہی کی نگرانی اور سرپرستی نے کتب خانہ کو اس مقام تک پہونچایا۔ آپ معماران کتب خانہ میں اولیت کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہیں۔ آپ کے علمی اور ادبی مضامین "نام کے حکیم" کے نام سے اپنچ ندیم وملک کے دیگر رسائل میں شائع ہوا کرتے تھے۔ علامہ شبلی سے بھی آپ کے اچھے تعلقات تھے عرصہ تک علامہ موصوف سے

خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کے نام جو خطوط علامہ شبلی رح کے ہیں۔ اُنمیں سے اکثر "مکاتیب شبلی" میں شائع ہوچکے ہیں۔ آپ کا ذکر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات شبلی" میں کیا ہے۔ دسنہ کو آپ پر ناز ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس عظیم کتب خانہ کو ترقی کی اس منزل پر پہونچا کر اُردو ادب کی آپ نے بہت بڑی خدمت کی ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ جس کیلئے اُردو دوست اصحاب آپ کے ممنون ہیں۔ اور اصحاب دسنہ آپ کے قومی وادبی خدمات کے دل سے معترف وقدرداں ہیں۔

مولوی بشیر الحق بیدل دسنوی ۔ اختتام تعلیم کے بعد آپ سب انسپکٹر پولیس کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور تیس سال تک اپنے فرائض کو بحسن وخوبی انجام دیتے رہے لیکن ساتھ ساتھ ادب سے بھی بیحد دلچسپی لیتے رہے، اخبارات ورسائل خریدنا اور پڑھنے کے بعد مکمل فائلوں کو کتب خانہ کے حوالہ کردینا آپ کا محبوب مشغلہ رہا ہے کتابوں اور رسائل کی بڑی تعداد آپ ہی کی عطا کی ہوئی ہے جو کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کو کتب خانہ کا "خدا بخش" کہا جاتا ہے۔ آپ شاعر بھی ہیں بیدل تخلص کرتے ہیں آپ کے کلام ملک کے اچھے رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس وقت میرے پاس آپ کا کوئی کلام موجود نہیں ورنہ میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ ابتک آپ کی دو کتابیں "باقیات اقبال" اور "اصلاحات اقبال" منظر عام پر آچکی ہیں۔

مولوی سید عبدالحکیم رحمانی صاحب ومولوی بشیر الحق بیدل دسنوی صاحبان کے متعلق ایڈیٹر رسالہ ندیم (گیا) رسالہ دسمبر ۱۹۳۶ء کے اداریہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ مضمون تشنہ رہیگا اگر ہمیں دسنہ کے دو بزرگوں کا تذکرہ نہ کیا جائے

اس میں ایک تو خود صاحب مضمون (جناب عبدالحکیم رحمانی) ہیں
انکا وجود دیسنہ کی علمی، تعلیمی اور ادبی ترقی کا سبب ہے۔ مولوی سید
عبدالحکیم صاحب نے جس ایثار، جس قربانی، جس خلوص، جس عشق اور جس
استقلال سے بستی کی خدمت اور وطن کی ملازمت کو اپنی زندگی کا
مقصد بنا رکھا ہے۔ اس کی مثال شاید آج اس صوبہ میں ملے۔ انھوں نے
نہ صرف یہ کہ بستی میں رہکر بستی کے لئے ملازمت چھوڑ دی بلکہ اپنے گھر کا
سامان اور اپنی آبائی جائداد کا ایک بڑا حصہ بھی اسکی نذر کر دیا۔ دیسنہ
کا وسیع کتب خانہ، وہاں کا مدرسہ، وہاں کے نوجوانوں کا علمی و ادبی
ذوق، غرض وہاں کی ہر قابل قدر چیز انکی نظر کرم کی ممنون و مرہون ہے،
اس حیثیت سے دیسنہ کے وہ سر سید ہیں۔ علمی حیثیت سے بھی انکا
مطالعہ بہت وسیع ہے۔ انکی مضمون نگاری کی ابتدا "پنچ" سے
ہوئی۔ اسمیں "نام کے حکیم" کے نام سے مضامین لکھتے رہے اور پھر کوئی
ایسا اردو رسالہ نہ تھا جسمیں ان کے مضامین شائع نہ ہوئے ہوں
ادھر تقاضائے سن اور خانگی افکار نے انکی توجہ اسطرف سے ہٹادی
تھی لیکن "ندیم" کو یہ فخر و عزت حاصل ہوئی ہے کہ دوبارہ انکو عہد جوانی
کے مشاغل کیلئے آمادہ کرے۔ ہمکو امید ہے کہ جب یہ کفر ٹوٹ چکا ہے
ہماری التجائیں درجۂ اجابت تک پہونچا کرینگی۔ اللہ پاک تا دیر انھیں وطن
کی خدمت کیلئے زندہ رکھے آمین۔ ثم آمین۔

؎ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

دوسرے بزرگ مولوی بشیر الحق صاحب بیدلؔ ہیں۔ ان کو اس عہد کا
خدا بخش خاں یا بوڈلین کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ انکی زندگی کا مقصد
کتابوں کی تلاش، انکی خریداری، انکی حسین جلد بندی کا بند و بست انکا
مطالعہ اور سب سے آخر میں دیسنہ لائبریری کو دیدینا ہے۔ دیسنہ کے کتب خانہ
کا بیشتر حصہ ان ہی کا عطیہ کردہ ہے، رسائل و اخبارات کے پرانی جلدوں
کے جمع کرنیکا انکو از حد شوق ہے۔ اور اردو کا کونسا اچھا رسالہ ہے
جس کے وہ خریدار نہیں، اور جس کا مکمل سیٹ انھوں نے کتب خانہ کو نہیں
دیا ہو۔ اگرچہ وہ پولیس کے آدمی ہیں لیکن جرائم کی تحقیقات کے ساتھ
ساتھ علمی تجسس کا شوق ہمیشہ دامنگیر رہا ہے۔ وسعت مطالعہ کا یہ حال ہے
کہ وہ زندہ انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ پٹنہ کی تمام علمی تحریکوں میں آج سے
بیالیس سال پہلے عملاً حصہ لیتے رہتے تھے۔ اس عہد کے کوائف و حالات کا
ایک بڑا ذخیرہ ان کے پاس موجود ہے انکی تنخواہ کا نصف حصہ یقیناً
کتابوں کی خریداری کی نذر ہوجاتا ہے۔ ان دونوں بزرگوں کی سب سے
بڑی خصوصیت انکا خاموش علمی پہلو ہے۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا

اگر ہم میں سے ایسے چند مخلص نفوس پیدا ہوجائیں تو ہماری علمی و ادبی
ترقی کی کوئی حد نہ رہے۔"

مولوی سید نجم الہدیٰ۔ آپ حکیم کاظم حسین صاحب کے پڑپوتے ہیں آپ کے والد بزرگوار مولوی سید شمس الہدیٰ بڑے نیک دل بزرگ تھے۔ آپ نے ندوہ میں تعلیم حاصل کی علامہ سید سلیمان ندوی کے ہم جماعت تھے۔ مدرسہ کی علمی و ادبی مجلسوں سے بڑی دلچسپی لیتے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں سید صاحب نے آپ کا ذکر حیات شبلی میں کیا ہے۔ قواعد اُردو پر بڑے حاوی ہیں۔ آپ کی تصنیف کردہ گرامر "جامع القواعد" بہار کے اکثر اسکولوں کے نصاب میں داخل ہے۔ ندوہ کی تعلیم کے بعد آپ سب سے پہلے پٹنہ کالجیٹ میں بحیثیت ہیڈ مولوی مقرر ہوئے اور تیس سال درس و تدریس کے بعد ۱۹۴۶ء میں آرہ ضلع اسکول سے پنشن پائی۔ اور اب دیسنہ میں مقیم ہیں، اور حکمت کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ دیسنہ مسجد کی دیکھ بھال اور اُسکی ضروریات کی فراہمی آپ ہی کے ذمہ ہے۔

صباح الدین عبدالرحمٰن۔ آپ سید محی الدین صاحب کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے ایم اے کی سند علی گڑھ یونیورسٹی سے حاصل کی اور اس کے بعد سے رفیق دار المصنفین اعظم گڈھ میں علم و ادب کی خدمت کر رہے ہیں۔ آپکی تصانیف دیوان فغاں، بزم صوفیہ، بزم تیموریہ، منظر عام پر آچکی ہیں۔ "بزم مملوکیہ" زیر طبع ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی کی تصانیف عربوں کی جہازرانی اور خواتین اسلام کی بہادری کے ترجمے کئے ہیں، "معارف" کے جوائنٹ ایڈیٹر ہیں۔ آپ کے مضامین رسالہ ندیم، معارف و دیگر رسائل میں عرصہ سے شائع ہو رہے ہیں، انگریزی رسالوں میں مثلاً اسلامک کلچر (حیدرآباد دکن)، پاکستان ہسٹاریکل سوسائیٹی جرنل (کراچی)، اسلامک لٹریچر (لاہور) بہار ہسٹاریکل جرنل (پٹنہ) میں بھی مضامین شائع ہو کر مقبول عام ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ پولینڈ کے انٹرنیشنل اکیڈمی آف سلم ہن

کے ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ پھر حکومت ہند کی طرف سے انڈین کونسل فور کلچرل ریلیشن کے ممبر بھی چنے گئے ہیں

سعید الحق عاشق۔ آپ شروع ہی سے بڑے ذہین، ذکی اور پڑھنے لکھنے میں ہشیار تھے چنانچہ پٹنہ یونیورسٹی کے میٹرک کے امتحان میں اوّل آے۔ اس کے بعد آئی۔ اے، بی۔ اے اور ایم۔ اے کے امتحانات میں اولیت کا سہرا ان ہی کے سر رہا۔ اُردو کے اکثر رسائل میں آپ کے بلند پایہ مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ اُردو کے علاوہ آپ کی انگریزی کی صلاحیت اعلیٰ ہوئی ہے۔ شکسپیر کے اکثر ڈراموں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔

سید شہاب الدین دسنوی۔ کلکتہ یونیورسٹی سے بی۔ ایس۔ سی کا امتحان پاس کرنیکے بعد بمبئی چلے آئے۔ اور انجمن اسلام ہائی سکول میں بحیثیت ٹیچر مقرر ہوئے۔ آپکی ذہانت اور صلاحیت دیکھکر جلد ہی انجمن اسلام ہائی اسکول کے پرنسپل بنا دیئے گئے آجکل صابو صدیق ٹیکنیکل ہائی اسکول کے پرنسپل ہیں اور انجمن اسلام کے سکریٹری ہیں۔ انجمن اسلام ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے بھی سکریٹری ہیں۔ مسلمانوں کے اسکولوں کی ایک بڑی تعداد کو ایک مرکز پر انجمن اسلام کے تحت لانا آپ ہی کا کام ہے۔ بمبئی کی انجمن ترقی اُردو کے بھی سکریٹری ہیں۔ مسلمانان بمبئی کے دلوں میں ان کے خلوص نے گھر کر لیا ہے چنانچہ ۱۹۵۱ء میں بمبئی کارپوریشن میں ایک جگہ خالی ہوئی انھوں نے انتخاب میں حصہ لیا۔ ان کے فریق نے انتخاب میں ہزارہا روپے صرف کئے لیکن کامیابی کا سہرا ان ہی کے سر رہا۔ ۱۹۵۲ء کے انتخاب میں بھی آپ نے آزاد اُمیدوار کی حیثیت سے حصہ لیا اور بڑی کثیر تعداد سے فرد مخالف کو شکست دی۔

۱۹۵۳ء میں گورنمنٹ آف بمبئی نے ٹیکنیکل ایجوکیشن کے سلسلہ میں امریکہ بھیجا۔ دیسنہ کے یہ پہلے شخص ہیں جو امریکہ گئے۔ اسی سلسلہ میں ہمیں اپنے عزیز دوست سید فخر عالم کا نام لیتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے۔ جنھیں تعلیم کی تکمیل کے سلسلہ میں گورنمنٹ آف پاکستان کی طرف سے اسٹریلیا بھیجا گیا ہے۔ خدا کرے یہ اسم با مسمیٰ ہوں۔

سید مصباح الہدیٰ۔ آپ نے بی۔ ایس۔ سی کی سند علی گڑھ یونیورسٹی سے لی۔ عرصہ سے آپ کے افسانے اور مضامین ملک کے مختلف رسائل میں آ رہے ہیں، ایک رسالہ "شاہین" کلکتہ سے نکلتا تھا۔ جسکے عرصہ تک وہ مدیر بھی رہے۔ آپکے افسانوں کا مجموعہ "گدگدی" کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔

سید عبد المحی رضا۔ یہ پروفیسر سعید رضا کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ میٹرک اور انٹر کے امتحان میں کامیاب ہو کر بمبئی چلے آئے۔ اور سینٹ زیویرس کالج میں بی۔ اے میں داخلہ لیا۔ جبکہ یہ ایم اے میں تھے تو اس وقت کالج کی مشہور سوسائٹی "بزم ادب اردو" نے علامہ اقبال کی یاد میں "علامہ اقبال اردو تحریری مقابلہ"[۱] کی بنیاد ڈالی انھوں نے بھی اس مقابلہ میں حصہ لیا۔ اور علامہ اقبال پرائز ان ہی کے حصہ میں آیا۔

---

[۱] اس وقت راقم بحروف اس بزم کا معتمد اعزازی تھا۔ اور تحریری مقابلہ کی بنیاد اس تاریخ تک اس کالج میں ڈالی ہے۔ اس سال علامہ اقبال کے مختلف پہلوؤں سے متعلق تقریباً ۲۰ عنوانات پر مقابلہ تھا۔ بمبئی شہر کے تقریباً سات مختلف کالجوں سے ڈیڑھ سو طلبہ نے حصہ لیا۔ پروفیسر ابراہیم ڈار مرحوم، مولانا شباب مالیرکوٹلوی، پروفیسر ظہیر الدین مدنی اور پروفیسر جعفری صاحبان نے جج کے فرائض انجام دئے۔ سب سے زیادہ انعامات سید عبد المحی رضا صاحب نے حاصل کیا۔ "علامہ اقبال پرائز" ایک پچاس روپیہ کی فونٹین پن، ایک پچاس روپیہ کی کتابیں بزم ادب نے آپ کو دیں۔ ان مضامین کو بزم ادب نے روح رواں پروفیسر نجیب اشرف ندوی نے بہت جلد شائع کر دئے۔

۱۹۵۱ء کالج میں شعبۂ اُردو میں "فیلو" مقرر ہوئے اور آج ۱۹۵۳ء تک وہاں بحیثیت "فیلو" اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۹۵۲ء ایم اے کے امتحان میں ساری یونیورسٹی میں اوّل ہوئے۔ اور "چانسلر گولڈ میڈل" ان کے حصہ میں آیا۔ کالج نے "سر فرانسس سلور میڈل" انکو پیش کیا۔ کالج کے اُردو میگزین "کاروانِ ادب" کی ایڈیٹری کے فرائض دو سال سے انجام دے رہے ہیں۔ آجکل پی۔ ایچ۔ ڈی کی تیاری میں مشغول ہیں۔ "صوبۂ بہار میں اُنیسویں صدی میں اردو" پر مقالہ Thesis تیار کر رہے ہیں۔

دوسرے طبقہ میں اہل درس و تدریس ہیں

پروفیسر سعید رضا۔ آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی۔ عربی، فارسی، اور اُردو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار مولوی حکیم سید لیاقت حسین مرحوم سے حاصل کی۔ اس کے بعد دار العلوم ندوہ کی تعلیم شروع ہوئی آپ کو بھی علامہ شبلی نعمانیؒ کے شاگرد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ندوہ کی تعلیم ختم کرنے کے بعد اور وہاں کی دستار بندی و سند کے بعد انگریزی تعلیم کی طرف رجوع ہوئے اور میٹرک و آئی اے کے امتحانات درجہ اول میں پاس کیا۔ انگریزی تعلیم کے بعد گردنی باغ پٹنہ مڈل اسکول میں بحیثیت ہیڈ مولوی تقرری ہوئی۔ ۱۹۲۲ء میں آپکی تقرری سینٹ زیویرس کالج بمبئی کے شعبۂ اردو، فارسی، عربی میں ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کی حیثیت سے ہوئی۔ ان کے کالج پہونچتے ہی شعبۂ اردو فارسی میں کافی ترقی ہوئی۔ کالج کے ایک طالب علم نے اپنے ایک مضمون "اردو اور ہمارا کالج" کاروانِ زیویرس" کے شمارہ نمبر ۲ ۱۹۴۲-۴۳ء میں انکے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار یوں کیا ہے۔

"سنہ ۱۹۲۳ء میں ایک ہستی آفتاب کی طرح چمکتی ہوئی افق زیوئرز پر نمودار ہوئی جسکی کرنوں میں ۲۳ سال کی تابانی کے بعد ابھی تک وہی چمک اور تپش باقی ہے۔ یہ ذات تشنہ تعارف نہیں اِن کا نام نامی پروفیسر سید سعید رضا ہے۔ اِس خورشید کی افق زیوئرز پر پہلی کرن پڑی اور اُردو نے اپنی پوری قوت کے ساتھ اپنی مقبولیت کے مظاہرہ کا آغاز کیا۔ آپ نے آتے کے ساتھ ہی اِس جدوجہد اور عرق ریزی سے تبلیغ اُردو کی تحریک شروع کی کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ آپ محض ایک پروفیسر ہی نہیں بلکہ اِس لحاظ سے آپ اپنی قوم کے لئے بہت ہی اہم کام انجام دے رہے ہیں۔ اگر ہم انھیں قومی کارکن بجائے پروفیسر کہیں تو مبالغہ آمیزی ہرگز نہیں ہوگی۔"

لیکن اب ضعیفی میں طبیعت کی افتاد نے انھیں گوشہ نشین اور خمول پسند بنا دیا ہے۔ آپ اپنی خودداری اور وضع کی پابندی کی وجہ سے کالج میں اپنی مثال ہیں۔ ان کے علم کا فیضان گذشتہ ۲۳ سال سے کالج کے اُردو، فارسی، عربی طلبہ پر جاری ہے۔ ان کے شاگردوں میں اکثر آج بڑے بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ پروفیسر نظام الدین ایس گوریکر، پروفیسر ماجد سینٹ زیویرز کالج بمبئی کے پروفیسران ہی کے دو شاگرد ہیں۔ پروفیسر رضا علم دوستی، رواداری اور ہمدردی کی وجہ کر کالج میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں چنانچہ آپکی مقبولیت اور ہردل عزیزی کا یہ عالم ہے کہ یہاں کی ایک سرگرم سوسائٹی "بزم ادب اردو" نے آپ کی تیئس سالہ خدمات پر گذشتہ سال "پروفیسر رضا اسکالرشپ" مقرر کر دیا ہے۔ بزم مذکور سینٹ زیویرز کالج کی بڑی کامیاب سوسائٹی ہے۔ اُردو کی توسیع و ترقی کیلئے اس جماعت نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ مختلف قسم کے اسکالرشپ اور طلائی تمغوں کا جاری کرانا اِسی بزم کا کام ہے۔

پروفیسر رضا نے کالج سے ہٹکر اپنے گاؤں دیسنہ سے بھی کافی دلچسپی لی۔ اور بستی کی ترقی کی ہر مہم میں اُنھوں نے بڑے انہماک سے حصہ لیا۔ اور انھیں پایۂ تکمیل تک پہونچا کر دَم لیا۔ کتب خانہ کی نئی عمارت اور قبرستان کی چہار دیواری اِس بات کی شاہد ہیں۔

آپ اسٹوڈنٹس کانفرنس دیسنہ کے سرگرم کارکن اور سب سے پہلے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ ان کا اصول تھا کہ "انجمن الاصلاح دیسنہ" کے ہر سالانہ جلسہ کے موقع پر ایک قصیدہ لکھکر لاتے تھے اور حاضرین جلسہ کو سنا کر داد و تحسین لیتے تھے۔ صباح الدین عبدالرحمن صاحب (مصنف بزم تیموریہ، بزم صوفیہ) کے والد سید محی الدین مرحوم کے انتقال پر بستی والوں نے تعزیتی جلسہ کیا۔ موصوف نے اس موقع پر مرحوم کا مرثیہ پڑھا۔ مرثیہ اسقدر پر درد تھا۔ کہ حاضرین زار و قطار رونے لگے۔ اکثر پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ مرثیہ اسوقت میرے پاس نہیں ہے ورنہ آپکے سامنے پیش کرتا۔ البتہ اپنے چھوٹے بھائی سید نظیر احمد مرحوم کے انتقال پر بحد رنجیدہ ہوئے۔ غم و رنج سے نڈھال ہوکر مرحوم بھائی کا مرثیہ کہنے لگے۔ مرثیہ کے کچھ اشعار پیش کرتا ہوں۔

مقام وفات
دیوگھر

یادِ برادر

سن وفات
یکم مارچ ۱۹۳۶ء

نظیر تم چلے گئے۔ یہ داغ دل پہ دے گئے
سکونِ دل بھی لے گئے یہ سوز و درد دے گئے

شہید در سفر شدی قتیل دل کتر شدی
غریب دار و در شدی دفین دیوگھر شدی

ہمہ برادراں را نصیب شد زتو بقا
یہ بد نصیب ہے رضا پہونچ سکا نہ مل سکا

نہ جانے بات کیا ہوئی، دوا ہوئی بلا ہوئی
دغا گئی نہ عرش تک، دعا بھی بد دعا ہوئی

مدام تم نے یہ لکھا "برادرا، برادرا"
نہ انتشار کیجئے کہ جلد چاق ہو چلا

نظیر تم کہاں گئے، خموش کیوں ہو کچھ کہو   خموش کیوں ہوئے کہو، یہی کہو نہ کچھ کہو
گمان و وہم میں نہ تھا مفارقت کرو گے تم   یقین اب دلا دیا، نہ داغِ دل بھرو گے تم
سفر کا عزم کر لیا تمھاری عمر ہی تھی کیا   سفر بھی تم نے وہ کیا نہ پھر کے آیا جو گیا
نظیر تیری بے کسی وطن سے دور بے بسی   دوا، دعا کی نارسی، یہ پھانس دل میں ہے پھنسی
نظیر بے نظیر تھے، مُشار تھے مشیر تھے   معاضد و نصیر تھے، معاون و ظہیر تھے
چلے گئے، چلے گئے، دلوں میں درد دے گئے   بلا کہے چلے گئے، بلا کہے سُنے گئے
غریب بے وطن گئے، شہیدِ ممتحن گئے   بلا گمان وطن گئے، لپیٹ کر کفن گئے

اور آخر میں درود و سلام پر ختم کرتے ہیں۔

رضا کا تم سلام لو، یہ آخری پیام لو   دعائے اختتام لو، مقام ذوالکرام لو
کہ خُلد میں خلود ہو، قیام ہو، قعود ہو   بہ ظلِّ عرش بود ہو، درود ہو، سجود ہو
درود لو، سلام لو، دُعا کا سب کے جام لو   لبِ حیاض تھام لو، جناں کا تم مقام لو

اشعار کی کل تعداد ۵۰ ہے۔ لیکن میں نے فارسی اور اکثر اردو اشعار کو طویل ہونے کی وجہ کر نکال دیا۔

۱۹۴۶ء کے فسادات کے بعد دیسنہ کا شیرازہ بکھر گیا اور آبادی کا ایک بڑا حصہ کراچی و ڈھاکہ کو منتقل ہو گیا تو دیسنہ پر اُداسی اور افسردگی چھا گئی۔ آپ نے اس وقت کے تاثرات کو اپنی ایک فارسی نظم "یادِ وطن" میں بطرزِ "رودکی" قلمبند کیا ہے نظم پیش کرتا ہوں، اور اسی پر مضمون ختم کرتا ہوں۔

یادِ دیسنہ ہر زماں آید ہمی   یادِ پیران و جوان آید ہمی

از وضیع و از شریف آں دیار   یاد ہر یک ناگہاں آید ہمی
اہلِ دیسنہ باہمہ نقص و نفاق   بوئے اُنس از یادِ شاں آید ہمی
خط و خال و صوت پر ستہائے لطف   قوتِ گوش و چشم و جاں آید ہمی
از ہمہ خشت و سفالِ آں دیار   یادِ عہدِ عنفواں آید ہمی
مسجدش با ایں ہمہ سادہ وشی   دلبرے از دلبراں آید ہمی
ریگ رودِ دیسنہ در تابندگی   در نگاہم کہکشاں آید ہمی
آبِ جویش باہمہ ژرف و عمق   طفلکاں را تا میاں آید ہمی
ریگِ رودش تا بہ ہنگامِ غروب   ملعبِ طفل و جواں آید ہمی
آبِ جویش، آبِ تال و آبِ چاہ   در دہاں مار الجناں آید ہمی
موسمِ گرما و بادِ صرصرش   کیف راصہبا نشاں آید ہمی
شاخہائے نخلہا بالا و زیر   کودکاں را نردباں آید ہمی
آہ دیسنہ باہمہ ویرانگی   خاکِ او تسکینِ جاں آید ہمی
خفتہ جاوید اسلافم دراں   یاد مہر از خاکِ شاں آید ہمی
سوئے روح پر فتوح خفتگاں   رحمت از رب ارمغاں آید ہمی
از زیاراتِ مزارِ خفتگاں   یادِ عہدِ باستاں آید ہمی
آہ دیسنہ عہدِ اقبالت گذشت   ہر بہارے را خزاں آید ہمی
ایں چنیں دَورِ فلک زامر قضا   ز انقلاباتِ جہاں آید ہمی
ہند شُد تقسیم در تقسیم آں   پاک و بھارت در عیاں آید ہمی
اہلِ دیسنہ نیز از تقسیم ہند   منقسم در سہ مکاں آید ہمی
بھارت و ڈھاکہ، کراچی سہ وطن   ظل بخش و سائباں آید ہمی
آں دہِ کوچک کہ مردم خیز بود   در بہار او خزاں آید ہمی
بلبلاں رفتند و جغداں جاگزیر   الاماں از ہر زباں آید ہمی
آں کتب خانہ کہ وجہ فخر ماست   زیں تحسر نوحہ خواں آید ہمی

پروفیسر سید منظر الحق :- مولوی سید عبدالحفیظ صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ انھوں نے ایم اے اسمٰعیل یوسف کالج بمبئی سے کیا۔ درجہ اول میں کامیاب ہوئے اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ آجکل دربھنگہ کالج بہار کے اُردو شعبہ کے ہیڈ ہیں۔ آپ کے مضامین ملک کے اکثر رسائل میں آچکے ہیں۔ ادھر عرصہ سے خموش ہیں۔ اپنے زمانہ میں جمعیۃ الطلباء کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ اور کتب خانہ سے بیحد دلچسپی لیتے رہے ہیں

پروفیسر منظر الحسن آپ کٹک کالج میں شعبۂ اُردو کے پروفیسر ہیں۔ اور وہاں عرصہ سے اُردو ادب کی خدمت کرنے میں منہمک ہیں۔

پروفیسر مصطفےٰ کریم ۔ آپ ڈاکٹر احمد کریم صاحب کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ ایم۔ ایس سی کے امتحان میں درجہ اوّل سے کامیابی حاصل کی۔ اور اب دربھنگہ کالج میں محکمۂ سائنس میں نباتات کے پروفیسر ہیں۔

مولوی عبدالحفیظ ندوی ۔ پروفیسر سعید رضا کے حقیقی بھائی ہیں۔ دونوں نے ندوۃ کی تعلیم ایک ساتھ حاصل کی۔ تعلیم کے بعد آپ انڈین ہائی اسکول کھڑگپور بنگال میں ہیڈ مولوی مقرر ہوئے۔ اور تیس سال تک وہیں علم و ادب کی خدمت کرتے رہے۔ کھڑگپور کے آپ سرسید تھے، وہاں کے مسلم بوائز اور گرلس ہائی اسکول کے قائم کرنے میں پیش پیش رہے۔ وہاں کے ایک رئیس سرگرم کارکن ممتاز صاحب اور اپنے ایک دوست ستار صاحب کے ہمراہ چندہ کی فراہمی کے لئے کھڑگپور سے باہر نکلے اور اضلاع قرب وجوار سے تقریباً ایک لاکھ روپیہ اسکول کی عمارت کے لئے جمع کیا۔ چنانچہ اسکول کی عمارت بڑی ہی خوبصورت تیار کی گئی۔ اور اسکول کا افتتاح بھی ہوگیا۔ اس عظیم الشان اسکول کا قیام

اور اسکی عمارت کی تعمیر ان کا بڑا کارنامہ ہے۔ جسے کھڑگپور کبھی نہ بھولیگا۔ گذشتہ سال جبکہ ہمارے سابق سکریٹری انجمن الاصلاح دسنہ جناب مولوی سید عبدالحکیم صاحب رحمانی نے اپنی ضعیفی اور کمزوری کو مدنظر رکھکر یہ کہتے ہوئے استعفیٰ دیا۔ ؎

وقت طلوع دیکھا، وقت غروب دیکھا — اب فکر آخرت ہے دنیا کو خوب دیکھا

تو انجمن کی تمام ذمہ داریاں مولوی سید عبدالحفیظ صاحب کے سر آئیں، باوجود بڑھاپے کے آپ بیحد جانفشانی اور تندہی سے کتب خانہ کی خدمت کررہے ہیں اور اہالیان دسنہ میں کافی مقبولیت اور ہردلعزیزی حاصل کرچکے ہیں۔ آپ طبعاً شاعر ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کا کوئی کلام موجود نہیں، ان کے دو تاریخی قطعہ ملاحظہ ہوں، جنمیں سے ایک قطعہ اپنے مکان کی تعمیر کی خوشی میں کہا ہے، اور دوسرا جناب پروفیسر سعید رضا برادر خورد کے مکان کی تعمیر کے بعد کہا ہے۔

ندوی بیفگن کلک خودؔ کاغذ نہ از دست — قادر نئی زیں بیش خود بر نظم نظم دلربا
چوں فکر تاریخش شدہ، ہاتف بگفتا ندویا — تاریخ ہجری شد کذا، اے سعد منزل پُرضیا
۱۳۵۵ھ

دوسرا قطعہ جو اپنے مکان کی تعمیر کی تکمیل کے بعد کہا تھا۔

آمدہ مصرع تاریخ بگوشم از غیب — بسکہ آبادی خانہ چو ز ہاتف جستم
ہاتفم گفت کہ ندوی پئے تاریخش گو — اے خدا، حمد کہ در خانہ خود میباشم
۱۹ ۶ ۳۵

مولوی محمد قاسم :- مولوی سید تجمل حسین صاحب مرحوم کے بڑے صاحبزادے ہیں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ کی تیس سال تک بحیثیت مدرس خدمت کرتے رہے ہیں، بڑے نیک خوش اخلاق ہیں، بستی کے تمام کاموں سے بیحد دلچسپی لیتے ہیں۔

مولوی عبدالعظیم شاغلؔ آپ قمرالحق صاحب بیدلؔ کے حقیقی بھائی ہیں۔ آپ نے شاعرانہ طبیعت پائی ہے لیکن اپنی خموش پسند فطرت کی وجہکر گمنام ہی رہنا پسند کرتے ہیں خود دیسنہ میں بہت کم لوگ آپ کو بحیثیت شاعر جانتے ہیں۔ آپ دیسنہ خصوصاً کتب خانہ پر بیحد فریفتہ ہیں۔ اسکی ترقی اور حفاظت کی فکر ہمیشہ دامنگیر رہتی ہے۔ چنانچہ اپنی اکثر نظموں میں اپنے اس تاثر کا اظہار کرتے رہتے ہیں اور دیسنہ کے پیر و جوان کو کتب خانہ کی اہمیت اور قدر و قیمت سے روشناس کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے بچاؤ کے نت نئے طریقے بتلاتے رہتے ہیں۔ آپ کی تمام نظمیں اور غزلیں ایک بیاض کی صورت میں آپ کے پاس ہیں

سنہ ۱۹۱۰ء کے انجمن الاصلاح کے سالانہ جلسہ میں آپ نے ایک نظم پڑھی تھی۔ اُس کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

جانتے ہو کس لیے اتنی کتابوں کا ہے ڈھیر — کیا وجہ ہے، کون سی ہے مصلحت اسمیں نہاں
یہ کتابیں راہ ہستی کی بتائینگی تمہیں — یہ کتابیں قول میں انکے جواب ہیں بے زباں
یہ خزانے لعل و گوہر یہ خزانے علم کے — ہر قدم پر روشنی بخشینگے تمکو نوجواں

۲۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء کے جلسہ عام میں مسٹر عبدالعزیز منسٹر آف ایجوکیشن (بہار و اڑیسہ) دیسنہ تشریف لائے تھے۔ جلسہ میں یہ انکی ایک مسدس پڑھی گئی

دارالکتب کو دیکھ جو سامنے کھڑا ہے — ۳۵ برس میں جاکر اس حد کو یہ بڑھا ہے
اسلاف کا خزینہ بیحد یہاں پڑا ہے — الماریوں میں دیکھو کس حسن سے جڑا ہے
غفلت سے دسنہ تیری ضائع نہ ہو خدارا — جینے کا بس یہی ہے تیرے لئے سہارا

مذہب کی سب کتابیں تاریخ کا خزانہ — علم و ادب کی پونجی سرمایہ یگانہ
علمی مذاکروں کے پرچہ کا یاں پہ آنا — اخبار کا بھی آکر ہر روز منھ دکھانا
اُردو کی لائبریری ہوگی کہیں نہ ایسی — اسکی نظیر صوبہ دیگا کبھی نہ ایسی
اگلوں نے تم کو اس کا مالک بنادیا ہے — دارالکتب کی قیمت تمکو جتادیا ہے
کس طرح ہو حفاظت یہ بھی بتادیا ہے — علم و ادب کا رستہ تم کو بتادیا ہے
قسمت کے تم دھنی ہو ملتی ہے تمکو دولت — غفلت جہاں کروگے کھو جائیگی یہ نعمت
دارالکتب کی رونق اب تم ہی نوجواں ہو — ان گنج شائگاں کے اب تم ہی پاسباں ہو
قلمی جواہروں کے اب تم ہی رازداں ہو — اس باغ بے خزاں کے اب تم ہی باغباں ہو
اب اسکی آبیاری کرتے رہو سدا تم — اور دیکھ بھال اسکی کرتے رہو مدام

مولوی عبدالسبحان آپ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں مدرس تھے۔ تیس سالہ خدمت کے بعد مدرسہ سے ریٹائرڈ ہوگئے۔ اُردو، عربی، فارسی میں بڑی قابلیت کے مالک ہیں، اور علم حدیث کے ماہر ہیں۔ زہد و تقویٰ میں پوری زندگی گذاری ہے۔

مولوی سید عبداللہ۔ آپ مدرسہ حنفیہ آرہ میں مدرس ہیں، اُردو، فارسی عربی، اور مذہبی معلومات کافی رکھتے ہیں، نہایت نیک اور خوش طبیعت آدمی ہیں۔

تیسرا طبقہ (ایسے حضرات کا جو کسی نہ کسی قومی خدمت کی وجہ سے مشہور ہیں)

حاجی سید محمد حسین آپ بڑے ہمدردِ قوم۔ اور دل کے سخی ہیں۔ جمعیۃ الطلباء دیسنہ سے بیحد دلچسپی رکھتے ہیں، دیسنہ کی سڑک اور مدرسہ آپ ہی کی کوشش اور

کاوش کا نتیجہ ہے۔ گذشتہ فسادات میں دیسنہ بال بال بچا یہ بھی ان ہی کی دور اندیشیوں کا نتیجہ ہے۔

مولوی سید عبدالنعیم رجسٹرار یہ مولوی سید عبدالحکیم صاحب کے برادر خورد ہیں دیسنہ کے سب سے پہلے گریجویٹ ہیں۔ انہیں علمی، ادبی مذاق رچا ہوا ہے۔ عرصہ تک انجمن الاصلاح کے صدر رہے۔ کتب خانہ سے انکو والہانہ محبت ہے۔ کتب بینی کا یہ عالم ہے کہ کتب خانہ میں کوئی ایسی کتاب نہیں جو ان کے زیر مطالعہ نہ رہ چکی ہو۔

مولوی سید قمرالحق، بی اے یہ عہد برطانیہ سے اسوقت تک گورنمنٹ ملازم ہیں اور ابتدائے ملازمت سے ابتک کسی نہ کسی وزیر صوبۂ بہار کے پرائیویٹ سکریٹری کے عہدہ پر فائز رہتے ہیں، کتب خانہ الاصلاح کو صوبۂ بہار کی حکومت سے روشناس کرانے اور حکومت سے امداد حاصل کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں، حکومت کے اکثر عطایا ان ہی کے مرہون کوشش ہیں۔

مولوی سید عبدالقیوم، عرصے دراز سے انجمن الاصلاح کے نائب ناظم کے فرائض خلوص اور محبت سے انجام دے رہے ہیں۔

ان کے علاوہ مولوی عبدالسلام، ڈاکٹر احمد کریم، مولوی وحیدالنبی، مولوی سید رضا عالم عبدالحئی، داروغہ عبدالجبار، صلاح الدین، عبدالسلام (حیدرآباد) معین الدین، ابوطاہر دیسنوی، محمد فاروق، اختر حسن، محمد حسین، شمس الحق، زین الحق، عبدالفتاح ہاشمی، ڈاکٹر شمیم، محمد نسیم، منظرالحسن انوارالنبی، مختارالنبی، داروغہ انعام، ابوالکلام، ابو منظور، محفوظ الحق، آزاد بن طاہر، نورالنبی وغیرہ وغیرہ صاحبان آسمان دیسنہ کے درخشندہ ستارے ہیں۔

کتب خانہ الاصلاح

دیسنہ۔ پٹنہ

یہ اس زمانے کی بات ہے۔ جبکہ سرسید کی علمی، تعلیمی اور سماجی تعلیمی تحریک کا زور تھا۔ لوگوں میں عام طور سے بیداری پیدا ہو چلی تھی جگہ جگہ ادبی محفلیں قائم ہو چکی تھیں ایسے وقت میں دیسنہ کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس تحریک سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور ادبی سرگرمی کے جذبہ نے ایک عملی صورت اختیار کرانی شروع کر دی۔ اسی جذبہ کا یہ نتیجہ تھا کہ نوجوانوں نے اپنے گاؤں دیسنہ میں اپنی انجمن الاصلاح کی طرف سے ١٨٩٩ء میں ایک کتب خانہ کی بنیاد ڈالی۔ کتب خانہ (دیسنہ) کی بنیاد کا پس منظر وہی علمی و ادبی ماحول تھا جس کا ذکر قبل کر چکا ہوں) اسی ماحول کے زیر اثر کتب خانہ کی داغ بیل پڑی اور اسی طبقہ نے اسکی حیات و بقا کا بھی انتظام کر دیا۔ ورنہ جیسا سُننے میں آیا ہے۔ کہ جسوقت کتب خانہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ اس وقت ایک ٹوٹی ہوئی الماری اور چند قصے اور کہانیوں کی کتابیں تھیں جو اس کا سرمایۂ حیات تھا۔ لیکن قائم ہونے کے بعد اس نے بڑی تیزی اور سرعت کے ساتھ ترقی کی منزلیں طے کیں اور اسطرح بہت ہی کم عرصہ میں اُردو کے مختلف فنون کی ہزارہا کتابیں جمع ہو گئیں، اُردو کے

علاوہ عربی، فارسی، انگریزی اور ہندی کی کتابیں بھی کافی تعداد میں فراہم ہوئیں ہیں۔

رسالہ اُردو، اکتوبر ۱۹۳۳ء میں ایک مضمون بعنوان "اُردو زبان کی ترقی میں صوبہ بہار کا حصّہ" میں پروفیسر نجیب اشرف ندوی صاحب "کتب خانہ الاصلاح اور انجمن الاصلاح کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں

"اور اب صرف ایک انجمن الاصلاح دیسنہ باقی ہے اس انجمن نے جو حیرت انگیز کام کیا ہے وہ شاید ہندوستان کی کسی بستی بلکہ شہر نے آج نہ کیا ہوگا، اور اس کی ترقی کے لئے اس نے ۱۸۹۹ء میں ایک کتب خانہ کی بنیاد ڈالی ۱۹۰۹ء میں اُردو تعلیم کے لئے ایک مدرسہ جاری کیا، اور اس وقت ۱۹۲۱ء میں اس کے کتب خانہ میں اُردو کی تمام کتابیں موجود ہیں، ہندوستان کے اکثر روزانہ اخبار و ہفتہ وار اخبار آتے ہیں، اور رسائل تقریباً تمام ہی آتے ہیں۔ اس وقت اُردو کی کتابوں کی تعداد پانچ ہزار سے متجاوز ہے۔ آجتک جتنے اُردو کے رسائل شائع ہوئے ہیں ان کی مکمل جلدیں اوّل سے آخر تک یہاں موجود ہیں جو شاید ہندوستان میں کہیں نہ ملیں، اور دُور دُور سے ان کے لئے لوگ آتے ہیں، تحریر و تقریر کی ترقی کے لئے انجمن جلسے کرتی ہے۔ اور لوگوں کو انعام دلاتی ہے۔ چنانچہ اس کا

اعلان اخبار ایکسپریس وغیرہ میں نظر سے گذرا ہوگا۔"

لوگوں کے خلوص اور مالی امداد کے علاوہ سر فخر الدین مرحوم سابق وزیر تعلیمات بہار و اڑیسہ کے دو ہزار روپیہ کے عطیہ سے ۱۹۲۶ء میں کتب خانہ کی ایک خوبصورت عمارت تیار ہوگئی اور جس کا افتتاح سر فخر الدین ہی کے مبارک ہاتھوں ہو[ا]

علامہ سیّد سلیمان ندوی مرحوم اپنے مضمون "ہماری زبان بیسویں صد[ی] میں" جو رسالہ معارف دسمبر ۱۹۳۷ء میں شائع ہوا تھا، اور اب ۱۹۳۹ء میں نقوش سلیمانی کی شکل میں منظر عام پر آچکا ہے۔ کتب خانہ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ امر افسوس کے قابل ہے کہ اُردو کی کتابوں کا کوئی خاص مرکزی کتب خانہ نہیں، عموماً مشرقی کتب خانوں کے ضمیمہ کی حیثیت سے ان کا وجود ہے، میرے علم میں خالص اُردو کا سب سے پرانا کتب خانہ میرے وطن دیسنہ ضلع پٹنہ میں "کتب خانہ الاصلاح" کے نام سے قائم ہے۔

یہ کتب خانہ ۱۸۹۹ء میں چند ناولوں سے شروع ہوا اور اب ۳۶ برس کی پیہم کوششوں سے اس میں خالص اُردو زبان کی تین ہزار نو سو بارہ ۳۹۱۲ کتابیں جمع ہیں۔ جن کی فن وار تعداد حسب ذیل ہے۔

rekhta

۱	مذہب	۵۳۶
۲	ادب و نثر	۴۵۰
۳	ادبِ نظم	۴۹۰
۴	ناول	۴۶۵
۵	سوانح و سیر	۴۰۰
۶	تاریخ و جغرافیہ	۳۸۰
۷	تذکرۃ الشعراء و تاریخ اُردو	۱۴۰
۸	لغات و قواعد	۱۲۷
۹	میلاد النبیؐ نثر و نظم	۹۰
۱۰	سفرنامے اور روزنامے	۵۰
۱۱	مطبوعات فورٹ ولیم کالج	۶۲
۱۲	فلسفہ و منطق	۳۹
۱۳	سائنس	۲۷
۱۴	معاشیات و سیاسیات	۲۱
۱۵	مجلد رسائل	۴۸۵
۱۶	کشکول	۱۵۰
		۳۹۱۲

"یہ ایک حقیر انجمن کا کام ہے، اگر باقاعدہ کوشش کیجائے تو تعداد اس سے بدرجہا زیادہ ہو سکتی ہے"

آج جبکہ کتب خانہ کی عمر ۵۵ سال ہو گئی ہے، ہمیں اس بات کے اظہار سے بے حد مسرت ہوتی ہے کہ کتب خانہ کے پاس اب اُردو، فارسی، عربی، انگریزی اور ہندی کی تقریباً آٹھ ہزار کتابیں ہیں اور اس کے علاوہ مُلک کے مشہور اخبارات و رسائل کی مکمل جلدیں محفوظ ہیں۔

اِس مُلک کے علمی ذخیرہ میں زبانِ اُردو کی کوئی ایسی قابلِ ذکر کتاب نہیں اور نہ کوئی بلند پایہ رسالہ ہے جو اس کتب خانہ کی زینت کا باعث نہ ہو۔

سب سے پہلے انگریزوں نے اُردو تصانیف کی باقاعدہ اِشاعت اور طباعت شروع کی، اور کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کتب خانہ اور مطبع قائم کیا۔ اُن ہی مطبوعات میں سے اکثر وہ کتابیں موجود ہیں جنکو فاربس، شکسپیر اور جان گلگرائسٹ نے اپنے مطالعہ میں رکھا تھا۔ اِس کے علاوہ اُردو کی قلمی کتابیں بھی ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان میں میر اثرؔ کی مثنوی "خواب و خیال" خاص اہمیت رکھتی ہے۔ انجمن ترقی اُردو ہند نے اسکو ہمارے پاس سے منگوا کر شایع کیا۔ اشرف علی فغاںؔ کا ایک قلمی دیوان بھی موجود ہے، ہندوستان کے طول و عرض میں اس کے دو تین ہی نسخے موجود ہیں۔ مولوی عبدالسلام ندوی مصنف "شعر الہند" نے اس پر ایک بسیط مضمون لکھکر اُردو ادب کے شیدائیوں کو اس کے گم نہ ہونے کی خوش خبری دی ہے اور جسے صباح الدین عبدالرحمن صاحب (مصنف بزم صوفیہ، و بزم تیموریہ) نے انجمن ترقی اردو سے شایع کرائی ہے حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کے اُردو کے اولیں شاعر ہونے کا ثبوت

اسی کتب خانہ سے حاصل ہوا۔ جس کا اظہار مشہور مصنف پروفیسر محمود شیرانی نے اپنی مستند کتاب "پنجاب میں اُردو" میں کیا ہے۔ واجد علی شاہ کا دیوان جسے اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے ایک فرانسیسی مستشرق کو پیش کیا تھا، وہ بھی اِس کتب خانہ کا باعثِ زینت ہے، جامعہ لکھنؤ کے پروفیسر مسعود حسن صاحب رضوی جب واجد علی شاہ کی سوانح عمری لکھ رہے تھے، اس وقت ہمارے ایک فاضل رکن کتب خانہ نے بتلایا کہ ہمارے کتب خانہ میں واجد علی شاہ کی کتاب "ناجو" بھی ہے، تو انھوں نے کمال تعجب سے اِس بات کا اقرار کیا کہ اُنھیں اِس کتاب کا علم بھی نہ تھا۔

شیخ شرف الدین بہاری (المتوفی ۷۸۲ھ) کے فالنامے کے دو پُرانے صفحے موجود ہیں، جن کا تذکرہ حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی مرحوم نے اپنے "خطبہ "ہندوستان میں اُردو" میں کیا ہے" یہ خطبہ حضرت علامہ مرحوم نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ۱۹۳۶ء کے جلسہ میں پڑھا تھا۔ فرماتے ہیں۔

"ہمارے وطن دیسنہ ضلع پٹنہ کے کتب خانہ میں ایک فالنامے کے دو صفحے پُرانے کاغذ کے ہیں جس میں اسی زبان میں مختلف اعداد کے جواب بتلائے گئے ہیں، اس کے سرنامہ پر اِس فالنامہ کی نسبت حضرت مخدوم رح کی طرف کی گئی ہے۔ اِس میں کل ستائیس فقرے ہیں، جنمیں بعض یہ ہیں۔

۱۱۱ — جو من کی منسی کیا ہوئی سو ہوئی۔

۱۱۳ — ناھیں کچھ کرو نصیب لاگی بات ہے۔

۱۲۱ — ابہیں ابھی ناھیں۔

۳۱۱ — ابھی ناہیں سوت رہو جائیے۔

۲۳۱ — راج پاٹ اچل کے دیا تمکون۔

۲۳۲ — آگے بُرے دن گئے اب سُکھ پاؤگے۔

۲۳۲ — ابھی ناھیں آگو ہوئیگا۔

۳۱۱ — تورے دن کے اب سُکھ سوجبا ناھیں"۔

پروفیسر معین الدین دردائی بی اے نے اپنی کتاب "بہار اور اُردو شاعری" میں اِس کی طرف اشارہ کیا ہے "علامہ سیّد سلیمان ندوی صاحب رح نے اپنے ایک مضمون میں بہار دیسنہ لائبریری کے ایک قلمی نسخہ کے حوالے سے حضرت مخدوم رح کے چند فالنامے نقل کئے ہیں"۔

(بہار اور اُردو شاعری صفحہ ۱۲)

اِسی طرح غالبؔ۔ اوجؔ۔ آبروؔ اور تاباںؔ کے قدیم ترین قلمی دیوانوں کے نسخے بھی موجود ہیں، جس سے مُلک کے ممتاز اہلِ قلم نے وقتاً فوقتاً استفادہ کیا ہے۔

رباعیاتِ عمر خیام کے انگریزی تراجم کا جیسا سیٹ یہاں ہے کسی دوسرے کتب خانہ میں شاید ہی ہو۔ لیکن ان سب میں رباعیات عمر خیام کا قلمی نسخہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اِس میں دو سو چھ ۲۰۶ رباعیات

نہایت ہی خوبصورت، منقش، مطلا حاشیہ کے ساتھ موجود ہیں جنکی کتابت ۱۵۰۵ء مطابق ۹۱۱ھ میں ہوئی ہے۔ یعنی باڈلین لائبریری (آکسفورڈ) کے قدیم ترین نسخے سے صرف ۴۵ برس بعد کا لکھا ہوا ہے۔ یہ اپنی قدامت اپنی مصوری، اور اپنی دوسری خوبیوں کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ اس کے اندر تصاویر بہزاد کے کسی ہمعصر مصور کے کمالات کا اظہار کررہی ہیں، نسخہ سلطان علی المشہدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ پروفیسر محفوظ الحق مرحوم نے اس نسخہ کا کچھ بلاک چھپوا کر ایک طویل مضمون کے ساتھ لندن ٹائمز میں لکھا تھا مضمون کا شائع ہونا تھا کہ تمام یورپ کی نگاہیں اس نسخہ کی طرف کھنچ گئیں "اسٹیٹسمین" اور "پانیر" نے مقالۂ افتتاحیہ لکھا۔ اور پرزور الفاظ میں اہل یورپ کو ابھارا کہ وہ اس نسخہ کو باشندگان یورپ کے لئے حاصل کریں، اگر اس کے لئے چوری بھی کرنا پڑے تو جائز ہے۔ اس نسخہ کی قدر وقیمت کا اندازہ آپ اس سے کرسکتے ہیں کہ جب یہ نسخہ "بین الاقوامی نمائش پیرس" سنہ ۱۹۳۰ء میں بھیجا جارہا تھا۔ تو یہ بارہ ہزار روپیہ میں رجسٹرڈ انشیو ہوا تھا۔ اب یہ نسخہ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کی شہرۂ آفاق کتاب "خیام" کے ساتھ سنہ ۱۹۳۳ء میں شائع ہوچکا ہے

"یہ نسخہ پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی صاحب کا عطیہ ہے"

اس کے علاوہ مولانا جامی و نظامی رح کی مصور مثنویاں بھی ہیں، جو نہ صرف فن خطاطی، بلکہ مغل فن تصویر کشی کے بھی قیمتی نمونے ہیں، علم ہیئت،

علم نجوم کے بعض ایسے رسالے ہمارے پاس موجود ہیں جنکو صفوی شاہی خاندان کے ارکان نے زیر مطالعہ رکھا ہے۔

جانوروں کی تصویر کشی۔ تصاویر کی صورت میں فن مصوری کا ایک بہترین نمونہ بھی ہمارے پاس موجود ہے جو کسی زمانہ میں لارڈ کرزن سابق وائسرائے ہند کے پاس موجود تھا۔ سنہ ۱۹۵۲ء میں جبکہ ہمارے ایک بزرگ سید شہاب الدین دسنوی امریکہ جارہے تھے۔ تو جانوروں کی تصاویر کا یہ البم اپنے ساتھ امریکہ لے گئے جہاں لوگوں نے بڑی قدر کی نگاہ سے اسے دیکھا، اور خوب پسند کیا، اسی طرح عارف ہروی کا لکھا ہوا کلام پاک بھی ہے جو فن خطاطی کا بہترین نمونہ ہے

ضرورت تو اس بات کی تھی کہ ہم کتب خانہ کے تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں، اخبارات اور رسائل کی مکمل فہرست ایک کتاب کی صورت میں پیش کرتے لیکن بدقسمتی سے ابتک ہم ایسا نہیں کرسکے اور یہی وجہ ہے کہ اس مختصر کتاب کو ہم کتب خانہ کے تعارف کی طور پر پیش کررہے ہیں تاکہ علم دوست اور ادب نواز اصحاب کو اس کتب خانہ کی اہمیت و قدر و قیمت سے روشناس کراسکیں اور انہیں استفادہ حاصل کرنے کا موقع دیں۔

اردو مطبوعہ کتابوں میں شاید ہی کوئی ایسی مطبوعہ کتاب ہوگی جو ہمارے اس کتب خانہ میں موجود نہ ہو "انجمن ترقی اردو ہند" ہندوستانی اکاڈمی، اور دار المصنفین اعظم گڈھ و دیگر ہند و پاکستان کے علمی اداروں اور تمام مطابع کی

تقریباً تمام اچھی کتابیں ہمارے اس کتب خانہ کی زینت بنی ہوئی ہیں اور فنی لحاظ سے الگ الگ الماریوں میں رکھی ہوئی ہیں۔

لغات میں خلاصہ، برہانِ قاطع، آصف اللغات، فرہنگ آصفیہ، ارمغانِ فارسی وغیرہ کی کل جلدیں محفوظ ہیں۔ مطبوعہ اُردو کتابوں کی تعداد فن وار حسب ذیل ہے۔

۱۔	سوانح و سیر	۵۶۱	۲۔	تاریخ و جغرافیہ	۴۷۱
۳۔	مذہب	۶۷۹	۴۔	فلسفہ و منطق	۱۱۲
۵۔	ادب نثر	۶۴۹	۶۔	ادب نظم	۶۷۹
۷۔	میلاد النبی	۱۰۷	۸	تذکرۃ الشعراء	۲۴۰
۹۔	ناول	۷۵۸	۱۰	سفرنامہ	۶۶
۱۱۔	معاشیات و سیاسیات	۶۳	۱۲۔	سائنس	۳۵
۱۳۔	لغات و قواعد	۱۶۶	۱۴۔	متفرقات	۳۳

مذکورہ بالا فہرست اُردو کی مطبوعہ کتابوں کی ہے۔ اس کے علاوہ عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی کی تقریباً تین ہزار کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔

اُردو مخطوطات

اُردو مخطوطات، فارسی مخطوطات کے لحاظ سے بہت کم ہیں، لیکن جو ہیں وہ بڑے نادر ہیں۔ انہیں سے اکثر کو انجمن ترقی اُردو نے یہاں سے منگا کر ضائع کر دیا۔

دیوانِ آبرو

مصنف	نجم الدین آبروؔ	سنہ تصنیف نامعلوم
سائز	۵ × ۸ انچ	عطیہ پروفیسر ابو ظفر ندوی

یہ نایاب و غیر مطبوعہ نسخہ ہے۔ ابتک اسی ایک نسخہ کا پتہ چلا ہے۔ اسکی نقل مولانا عبدالحق سکریٹری انجمن ترقی اُردو اشاعت کیلئے لے گئے تھے یہ کتاب ۱۶۱ صفحات پر مشتمل ہے، کتابت خوب ہے۔ کاتب نامعلوم۔ اشعار کی تعداد ۱۴۵۵ ہے۔ چند اشعار بغرض ملاحظہ پیش کرتا ہوں۔ زبان کسقدر سادہ اور صاف ستھری ہے ؎

نازمیں جب خرام کرتے ہیں — کیا قیامت کا کام کرتے ہیں
تم نظر کیوں چرُائے جاتے ہو — جب تمھیں ہم سلام کرتے ہیں
کیا تماشا ہے جبکہ وہ معشوق — ملکے باہم کلام کرتے ہیں
مومنا کے دِلوں کوں یہ بدکیش — کافری کرکے رام کرتے ہیں

عشق کی صف میں نمازی سب
آبرو کوں امام کرتے ہیں

نوٹ۔ یہ نسخہ علمی نمائش میں گورکھپور بھیج گیا تھا۔

دیوان تاباںؔ

مصنف میر عبدالحئی تاباںؔ — سنہ تصنیف نامعلوم
سائز ۵×۸ انچ — عطیہ پروفیسر ابوظفر ندوی

تاباںؔ شعرائے متقدمین میں سے ہیں۔ اِس نسخہ سے اُس زمانہ کی زبان کا حال معلوم ہوتا ہے، اور ادبی ذوق کا پتہ چلتا ہے۔ یہ نایاب نسخہ ہے، حال ہی میں انجمن ترقی اُردو نے اپنے یہاں سے شائع کیا ہے۔ کتابت قابلِ دید ہے کتاب کی ضخامت ۱۰۹ صفحات پر ہے۔ چند اشعار پیش نظر ہیں پڑھئے اور لطف اُٹھائیے۔

میری لوح تربت پہ یارو کھُدانا — کہ اس سنگدل سے نہ کوئی دل لگانا
خزاں تک تو صیاد رہنے دے ہمکو — کہاں یہ چمن پھر کہاں آشیانا
جو کچھ میں کہوں تمکو سو واجب اپنے — میری بات خاطر میں ہرگز نہ لانا
ترے غم سے نسیاں ہے یاں تک کہ مجھکو — اُدھر بات کرنا اِدھر بھُول جانا
زبس تیرے مژگاں سے ہے مجھکو اُلفت — جہاں دیکھنا خار، وہاں لوٹ جانا
ہُوا جاکے قابو میں ظالم کے بے بس — کہا ہائے اس دل نے میرا نہ مانا

نہ دی ہاتھ اپنے سے تاباںؔ کو ہرگز
کہ پھر اُس سا مشکل ہے کوئی ہاتھ آنا

دیوانِ فغاںؔ

مصنف اشرف علی فغاںؔ — عطیہ مولانا ابو حبیب دسنوی
سائز ۶×۹ انچ — سنہ تصنیف نامعلوم
سنہ کتابت ۱۸۱۲ء — نام کاتب نامعلوم

دیوانِ فغاںؔ اشرف علی فغاںؔ کی اُردو و فارسی کلام کا مجموعہ ہے جسکی ضخامت ۲۰۴ صفحات پر مشتمل ہے، کتابت حسین و دلکش ہے۔ ابتدا کے ۱۱۴ اشعار فارسی کے ہیں، قطعات و رباعیات کے علاوہ دو جگہ حاشیہ پر "ہجو" درج ہے

پہلا ہجو۔ مہابت خاں عرف سلطان خاں خسر احمد شاہ ہے۔

دوسرا "ہجو مان خاں خالوی احمد شاہ" ہے۔

ہجو مہابت خاں عرف سلطان خاں خسر احمد شاہ ؎

بہ دختر زشتِ تو نشد شہ مشتاق

ما ہجو شنیدیم کہ داد ہمہ طلاق

افسوس افسوس ایں چہ حالت رُوداد

حالت تو خراب گشت ایں قرم سلق

ہجو مان خاں خالوی ؎

در درگہت اے بادشاہ عالی جاہ

ہر چند کہ ایں عرض بود محض گُناہ

خالوے تو ہجو روسیاہے باشد

لاحول ولاقوۃ الّا باللہ

آخر میں ہجو راجہ رام نرائن بہادر دیوانِ نواب شجاع الدولہ بہادر مکتوب ہے جسمیں دس اشعار ہجو کے ہیں طوالت کی غرض سے اُسے ہم یہاں ناظرین کے سامنے پیش نہیں کر رہے ہیں۔

اختتام "لفظ اختتمت انتخاب دیوانِ مرزا اشرف علی فغاں مخاطب بہ خطاب ظریف الملک کوکہ خاں بہادر سلمہ اللہ الرحمٰن مالکہ لنا"

حصّہ اُردو حصہ اُردو کی ابتدا قصیدوں سے ہوئی ہے۔ ایک قصیدہ در منقبت

حضرتِ امیرالمومنین علیہ السلام" اور قصیدہ در مدح حضرتِ امام علی موسیٰ رضا علیہ التحیۃ والثناء" ہے۔ اوّل الذکر میں ۲۹ اشعار ہیں اور دوسرے میں کل ۳۱ اشعار ہیں۔ اس کے بعد قطعات، رباعیات اور غزلیات ہیں، ورق نمبر ۸۴ سے نظمیں مندرجہ ذیل عنوانات سے ہیں۔

عنوان	ورق نمبر
متفرقات	۸۴
مخمس	۸۶
مخمس	۸۷
ہجو حاجی	۸۷
ہجو دانیال	۸۹
ہجو اخوند صاحب	۹۱
ہجو لاغر	۹۲
ہجو معصوم	۹۳
ہجو شاہ عبدالرحمن الہ آبادی	۹۵
ہجو برادر	۹۷
سرگذشت لشکر راجہ رام بہادر	۹۸
ہجو بسنت خاں	۹۹
قطعہ در ہجو کاتب	

مخمس کے چند بند بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

نے دن کو مجھکو چین ہے نے شب کو خواب ہے،
فرقت سے اس صنم کی قیامت عذاب ہے
مہماں ہوں کوئی دم کا یہ جی جوں حباب ہے
کیا پوچھتا ہے حال نہایت خراب ہے
قاصد نہیں ہے تاب مجھے آہ کیا لکھوں

کہتا ہے دل کہ اب مجھے ملنے کی تاب نہیں
سینہ کہے ہے کہ داغ کا اس جا حساب نہیں
آنکھیں کہیں ہیں روئیں کہاں تک کہ آب نہیں
لب اور زباں کو تاب سوال و جواب نہیں
قاصد نہیں ہے تاب مجھے آہ کیا لکھوں

آخری قطعہ کاتب کی ہجو میں ہے۔ اس قطعہ سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب مصنف کے وقت کی لکھی ہوئی ہے قطعہ مذکور یہ ہے۔

یہ جو میرا ہے راقم دیواں تحفہ نخشی کا بھولا بھالا ہے
کچھ نہ سیکھا غلط نویسی بن ہوش جس نے دونے سنبھالا ہے
ہائے مجوّزے لکھے ہے حنا آپ کا رسم خط نرالا ہے
قابل طبع زاد ہے ظالم میں نے دشمن بغل میں پالا ہے
زندہ کیونکر ہے میری سخن جسکو سہو کاتب نے مار ڈالا ہے

ہذا تمت اصحاب دیوان مرزا اشرف علی خاں المخلص فغاں مخاطب بہ خطاب ظریف الملک مصاحب الدولہ کوکہ خاں بہادر یکہ تاز جنگ سلمہ اللہ الرحمٰن

ہمارے سابق معزز جنرل سکریٹری مولوی عبدالحکیم صاحب نے ۱۹۲۲ء میں اس نسخہ کو مولوی عبدالسلام ندوی کے پاس بغرض طباعت روانہ کیا، عبدالسلام صاحب نے اس پر ایک نوٹ رسالہ معارف اپریل ۱۹۲۲ء میں تحریر فرمایا۔ اور آخر میں لکھا کہ

"یہ بہترین یادگار اس قابل ہے کہ اسکو محنت کے ساتھ ایڈٹ کر کے عام طور سے شائع کیا جائے۔"

اسی مضمون میں مولوی عبدالسلام صاحب رقمطراز ہیں کہ

"خوش قسمتی ہے، اس دیوان کا قلمی نسخہ ہمارے ہاتھ آگیا ہے جو دیوان درد سے بہت بڑا ہے، یہ نسخہ کرامت جنگ جیمس ولیم کلکٹر گورکھپور نے اپنے کسی ہرکارہ کو تحفۃً دیا تھا اور اب دیسنہ لائبریری کی ملک ہے۔"

۱۹۵۰ء میں یہ کتاب دیوان فغاں کے نام سے انجمن ترقی اردو پاکستان نے شائع کیا ہے۔ صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب نے اس کتاب کو مرتب کرتے وقت دوسرے نسخوں کے علاوہ ہمارے کتب خانہ دیسنہ کے اس نسخہ سے بہت زیادہ مدد لی ہے۔ صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب لکھتے ہیں۔

"۱۹۳۸ء میں راقم الحروف نے کتب خانہ الاصلاح دیسنہ سے دیوان کے نسخہ مذکور کو حاصل کر کے اس پر اپنی محدود قابلیت و صلاحیت کے مطابق ایک مفصل مقدمہ لکھنے کی کوشش کی جو اس وقت ناظرین کے زیر مطالعہ ہے۔"

(دیوان فغاں مطبوعہ انجمن ترقی اردو پاکستان)

مثنوی خواب و خیال

مصنف میر اثر دہلوی	سنہ تصنیف نامعلوم
سائز ۵.۵×۸.۵ انچ	صفحات ۲۰۸
نام کاتب و سنہ کتابت نامعلوم	عطیہ مولوی بشیر الحق دسنوی

اس نسخہ کی کتابت قابل دید ہے۔ میر اثر دہلوی خواجہ میر درد دہلوی کے بھائی تھے۔ نسخہ مذکور حسب طلب مولوی عبدالحق صاحب سابق سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد بھیجا گیا تھا چنانچہ مولوی صاحب نے اس نسخہ سے مدد لے کر مثنوی طبع کر ڈالی۔ اس نسخہ کی ابتدا میں اردو، فارسی کی غزلیں ہیں۔ اردو غزلوں میں اکثر جگہ فارسی اشعار بھی شامل ہیں چند اشعار پیش کرتا ہوں، دیکھیے اردو اشعار کے ساتھ کس حسن و خوبی سے فارسی اشعار کا استعمال کیا ہے۔

کب فلک کوئی انتظار کرے — جھوٹے وعدوں کا اعتبار کرے
بس مجھے اعتبار نے مارا — تیرے قول و قرار نے مارا
دم بدم جو کہ آن جاتے ہیں — اپنے ساتھ اس کے جان جاتے ہیں
اب نہ جیتا ہوں اور نہ مرتا ہوں — وقت کا انتظار کرتا ہوں
دلم از انتظار بیزار ست — زندگی تلخ و مرگ دشوار ست
کام نکلے نہ بیقراری سے — فائدہ ہو نہ آہ و زاری سے

مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی مرتبہ کتاب "مثنوی خواب و خیال" جو کہ ۱۹۲۶ء میں انجمن ترقی اردو پریس اورنگ آباد سے شائع ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں۔

"میں اس کی اصلاح و ترتیب میں مصروف تھا کہ مولوی نجیب اشرف ندوی نے اطلاع دی کہ انھیں ایک نسخہ الاصلاح لائبریری دیسنہ بہار میں دستیاب ہوا ہے، اور جب انھیں یہ معلوم ہوا کہ میں انجمن کی طرف سے شائع کرنے والا ہوں تو کمال عنایت سے یہ نسخہ میرے پاس بھیج دیا جس سے مجھے اپنے نسخہ کی تصحیح میں بہت مدد ملی۔ اور میں مولوی صاحب موصوف کا بہت شکر گزار ہوں۔"

مجموعہ مثنویات

سائز ۹x۵ انچ   سنہ کتابت ۱۲۱۹ھ   نام کاتب نامعلوم

یہ نسخہ نو شعرائے کلام کا مجموعہ ہے۔ جو ۳۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ میر تقی میرؔ۔ میاں نیازؔ۔ مرزا رفیع السوداؔ۔ حسن شاہ المتخلص بہ حقیقتؔ، راغبؔ مرزا قدوی۔ میر حسن دہلوی، عیشؔ، شورشؔ۔ فہرست کتاب سند رجہ ذیل ہے۔

مثنوی شعلہ عشق	میر تقی میرؔ	صفحہ	۲
مثنوی دریائے عشق	" "	"	۲۵
جذب عشق	" "	"	۸۰
کلام میاں نیازؔ	نیاز	"	۹۶
کلام مرزا رفیع السوداؔ	سوداؔ	"	۱۲۴
مثنوی جوش عشق	میر تقی میرؔ	"	
مثنوی سحر البیان	حسن شاہ حقیقتؔ	"	۱۵۵
کلام راغبؔ	راغبؔ	"	۱۶۸
کلام مرزا قدوی	قدوی	"	۱۶۶
مثنوی میر حسن دہلوی	میر حسن دہلوی	"	۱۹۴
مثنوی کلام عیشؔ	عیشؔ	"	۲۸۰
مثنوی شورشؔ	شورشؔ	"	۲۹۳

صراط المتقین وتنبیہ المشرکین

سنہ تصنیف ۱۲۵۳ھ   نام مصنف نامعلوم

سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ   نام کاتب نامعلوم

سائز ۷/۵x۱۲ انچ   صفحات ۴۱۱

عطیہ مولوی سید محمد یونس ہیڈ ماسٹر   سطریں ۱۵

یہ کتاب علم تصوف پر اردو زبان میں لکھی گئی ہے اسلئے زیادہ قابل قدر ہے

فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔

	مضامین	صفحہ
۱	توحید کے بیان میں	۲۰
۲	شہیدوں کے بیان میں	۳۲
۳	نیاز و فاتحہ و ذبح، روزہ کے بیان میں	۴۴
۴	مُردوں کے ثواب پہونچانے کے بیان میں	۴۴
۵	اسقاط کے بیان میں	۵۰
۶	فصل فاتحہ وطریق فاتحہ کے بیان میں	۴۵
		۸۴

۷ فصل زیارت قبر کے بیان میں ۵۰
۸ اولیا کی قبر پر گنبد اور عروس کرتے ہیں سو اُس کے بیان میں ۵۵
۹ قبر اہل بیت کے بیان میں ۵۸
۱۰ فصل کیفیت موت کے بیان میں ۵۹
۱۱ موتہ سے بات کرنے کے بیان میں ۶۱
۱۲ حضرت علی اللہ علیہ واصحاب وسلم کے وفات کے بیان میں ۶۲
۱۳ مناجات مولف شریف کے بیان میں ۶۳
۱۴ فصل جاں کندنی کے بیان میں ۶۴
۱۵ فصل میّت کے بیان میں ۶۷
۱۶ قبر مُردے سے باتاں کرنے کے بیان میں ۶۸
۱۷ فصل روح ندا کرنے کے بیان میں ۶۹
۱۸ میّت پر رونے کے بیان میں ۷۲
۱۹ فصل مُردے پر قبر میں جو گذرتی سو بیان میں ۷۸
۲۰ فصل حیض کے بیان میں ۸۵
۲۱ فصل نکاح کے بیان میں ۸۵
۲۲ قصہ حضرت نوح علیہ السلام کے عورتوں کے بیان میں ۹۲
۲۳ عورتوں کا مکر، فریب، غیبت کرنے کے بیان میں ۹۸
۲۴ نقل لقمان کے بیان میں ۱۱۲

۲۵ فصل سوال وجواب عالم اور عاقل کے بیان میں ۱۱۷
۲۶ " فضیلت علما کے بیان میں ۱۲۲
۲۷ " قصہ اصحاب کہف کے بیان میں ۱۲۶
۲۸ " حسب ونسب کے بیان میں ۱۳۶
۲۹ " وعظ کو منکر ہونے کے بیان میں ۱۶۹
۳۰ " قصہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کے بیان میں ۱۷۴
۳۱ " قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ کرنے کے بیان میں ۱۷۷
۳۲ " قصہ " " بتوں کے توڑنے کے بیان میں ۱۷۹
۳۳ " صنم وثن نُصب کے بیان میں ۱۸۱
۳۴ " پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان میں ۱۸۳
۳۵ " ملائکوں کے بیان میں ۱۸۴
۳۶ " قبروں میں منکر نکیر کے بیان میں ۱۸۹
۳۷ " قصہ بابل کے بیان میں ۱۹۹
۳۸ " منکر نکیر کے پانچواں سوال کے بیان میں ۲۰۱
۳۹ " بی بی عائشہ کے بیان میں ۲۰۴
۴۰ " اختتام کلمہ طیب کے بیان میں ۲۰۶
۴۱ " مناجات کے بیان میں ۲۱۰
۴۲ " باب الصلوٰۃ کے بیان میں ۲۱۲

۴۳ فصل صلوٰۃ کے بیان میں ۲۲۱

۴۴ 〃 صحیح ستر کی حدیثوں کے بیان میں ۲۲۸

۴۵ 〃 باب الصوم رمضان کے بیان میں ۲۳۹

۴۶ 〃 باب الزکات کے بیان میں ۲۵۸

۴۷ 〃 قصہ ابراہیم کے قحط سالی کے بیان میں ۲۶۸

۴۸ 〃 زکات تفصیل کے بیان میں ۲۷۳

۴۹ 〃 باب الحج کے بیان میں ۲۸۴

۵۰ 〃 باب الحشر و قیامت کے بیان میں ۳۰۹

۵۱ 〃 بُراق کی صفت کے بیان میں ۳۶۱

۵۲ 〃 دوزخ کے بیان میں ۳۶۴

۵۳ 〃 جنت کے بیان میں ۳۸۶

۵۴ 〃 عورتیں جنت میں مردوں سے ملکر رہنے کے بیان میں ۳۹۸

۵۵ 〃 وعظ کے بیان میں ۴۰۹

۵۶ ختم الکتاب کے بیان میں

ابتدا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بے حد اور ثنا بے عدد — اُسکو لائق ہے جو اللہ الصمد

قل ہو اللہ احد ہے اُسکی ذات — لم یلد و لم یولد بھی ہے اُسکی صفات

لم یکن ہے۔ لہ کفواً احد — سب اُسی کی ذات کو ہوتی سند

پاک ہے وہ لاشریک و لا الٰہ — لیکن الا اللہ پہ ہیں ہم سب گواہ

ایسے خالق کی ثنا ہو ادا — جب نبی بولے ہو لا احصی ثنا

اس لئے نثر میں کھولا زبان — تا کہ مطلب بھی میرا ہوے بیاں

الحمد للہ کیا عظیم الشان ہے تیری ذات کہ ایک لفظ کُن سے تمام کائنات کو کس خوبی سے پیدا کیا۔ بیت ؎

کیا کروں میں تعریف اسکی جو وہ ربّ العلا
"کُن" کے کہنے میں دیا ہر ایک تکوین کی ندا
"اور ایک قطرۂ آب سے تصویر رنگارنگ بنائے"

ختم

"نسخہ صراط المتقین و تنبیہ المشرکین بماہ ذی القعدہ بتاریخ دویم روز جمعہ بوقت یک گھنٹہ ۱۲۶۲ھ مطابق ماہ اکتوبر بتاریخ بست و سویم ۱۸۴۶ء شہر ناگپور بہ چھاونی سیتابلی بجرمت تمام باتمامیت رسانید"

کشکول

مرتبہ مولانا تجمل حسین صاحب رحمانی دسنوی مرحوم

شاہ مولانا تجمل حسین صاحب بڑے صاحب علم اور سیاح بزرگ تھے۔ اُن کو اپنے زمانۂ سیاحت میں جن حضرات سے ملاقات کا موقع ملا اُن سے جو اشعار سُنے اور پسند آئے انکو قلمبند کر لیا۔ اس کشکول کی ابتدا ۱۳۰۸ھ سے ہوئی۔ یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔

جواب محمدی

مصنف اکرام الدین شاہ جہانابادی (بہار)

تاریخ تصنیف روز یکشنبہ ۲۸ ربیع الاول ۱۲۴۵ سنہ ھ

صفحات ۱۲۰ - سطور ۱۵ سائز ۶×۹ انچ

یہ کتاب ایک پادری کے انکارِ نبوت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ ابتدائی چند سطور ملاحظہ ہوں، جو مصنف نے تعارف کتاب کے طور پر لکھا ہے۔

"تمام خوبیاں ہیں اس خدا کو جس نے سب شریعتوں کو آسمان سے نازل کرکے اپنے سب بندوں کو سکھلایا۔ اور آخر کو دین اور اسلام روشن کرکے اس نے ہم کو دکھلایا، اور ہر نبی کو اس کے زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اُوسی کی زبان میں بتلایا۔ اور درود و سلام اُسکے رسول پاک پر کہ جس نے اس جہاں میں دین کو پھیلایا اور اُسکی آل و اطہار پر کہ جنھوں نے مشائخین یہود کو جو باطن کی راہ سے دکھلاتا تھا دکھلایا۔ اور اس کے اصحاب کبار پر کہ جنھوں نے سب

لوگوں سے اس رحمت اللعٰلمین کا کلمہ کہلایا۔ اور سلام ہو جیو تابعین پر خصوصاً مجتہدین پر کہ جنھوں نے قاہرہ اور باہرہ سے تمام ملحدین کو تھکایا۔ اب اس کے بعد کہتا ہے یہ فقیر اکرام الدین شاہ جہانابادی کہ اتفاقاً ایک روز ایک شخص چند ایک ورق اس فقیر کے پاس لے آیا اور کہنے لگا کہ یہ رسالہ ایک پادری صاحب نے بکسر میں لکھکر مجھکو دیا ہے اور کہا ہے کہ کوئی عالم اس کا جواب ہمکو دیوے۔ سو اگر ہو سکے تو اس کا جواب لکھنا چاہیئے۔ سو اس فقیر نے جو اسکا ملاحظہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ پیغمبر خدا کی نقض نبوت میں لکھا گیا ہے۔ سو اس فقیر نے اسکی استعداد کے موافق اسکی جواب میں کوشش کی ہے اگر علما کو چاہیئے کہ بنظر اصلاح اسکو ملاحظہ فرما دیں۔ اور اگر خطا ہو وے تو اس عاجز کو اس خطا پر آگاہ فرما دیں۔ اور صاحب رسالہ کو چاہیئے کہ اسکو بنظر انصاف کے دیکھے اور تیزی اور تندی کو کام نہ فرماوے اور جو بھائی مسلمان اسکو پڑھے یا دیکھے اور یا سُنے تو چاہیئے اسکو کہ اس فقیر کے حق میں دعائے خیر کرے اور اسکو پڑھنے والوں کو بھی خدا سچی راہ عطا فرمائے۔ اور اس کا نام "جواب محمدی" رکھا گیا۔"

اختتام اس کا اختتام اس بیت پر ہے۔

بس تو حافظ خموش ہو تگے ایسے شخصوں کو کون مُنہ لگائے

تمام شد

rekhta

قصۂ گل بکاؤلی

مترجم میر شیر علی افسوس کاتب نامعلوم

ضخامت ۲۰۸ صفحہ پر مشتمل ہے۔ صفحہ اوّل پر مندرجہ ذیل عبارت تحریر ہے

"حق مالک این کتاب گل بکاؤلی سید محسن گیلانی پرگنہ حویلی بہار مقام صاحب گنج۔"

ابتدا ۔ ابتدا کے چند سطور ملاحظہ ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الٰہی کر سخن میری کو وہ پھول — کہ ہو ہر ایک کے دل کا وہ مقبول

گلستانِ حمد و ثنا کی ہمیشہ بہار، باغبانِ حقیقی کو سزاوار ہے۔ اس طرف بوستان جہانِ آب و رنگ تازہ اور لطافت و طراوت بے اندازہ، اس کے روضۂ رضوان ے پائی پھولوں کے بہار میں اور زیبا رو ہوں کے نقش و نگار میں اسی کے نور کی تجلی سمائی۔ خانۂ خشک مغز کا کیا مقدور اور کتنے طاقت کہ اس کے حمد و ثنا کی تحریر کے عہدے سے نکلے اور جو حق کہنے کا ہے لکھ سکے۔"

صفحۂ آخر پر تاریخ و نام درسنہ عیسوی و ہجری درج ہے۔ اسکے بعد مترجم کے چند

سطور ملاحظہ ہوں۔

"ناظرین پر روشن ہو تھوڑا سا احوال شاہجہاں کے بادشاہ ہونے کا آخر کتاب میں تھا، مترجم نے اسکو مع اُس حکایت کے جو اس کے مطابق تھے اس واسطے ترجمہ نہ کیا کہ وہ خلاف شاہجہاں نامے کے نکلا۔ شاید مصنف نے سُنا سُنایا لکھا تھا ورنہ اتنا فرق نہ ہوتا جسکو مفصل اس کا دریافت کرنا ہو وہ اصل کتاب کے آخر کو اور شاہجہاں نامے کے اس مقام کو جہاں وہ احوال ہے ملاحظہ کرے۔"

اختتام ۔ اختتام کے چند سطور سرخ روشنائی سے تحریر ہیں لیکن وہ مٹے مٹے ہیں، اس لئے اُنکا پڑھنا دشوار ہے۔

قصۂ گل بکاؤلی

یہ قصۂ گل بکاؤلی کا دوسرا نسخہ ہے۔ مترجم میر شیر علی افسوس

۱۲۳۳ھ کتابت ہے صفحات ۲۱۱ سائز ۹×۶ انچ سطر ۱۵

میر شیر علی افسوس نے اُردو نثر میں ترجمہ کیا ہے۔ نسخہ کی کتابت قابل قدر ہے۔ ابتدا کے چند اوراق غائب ہیں، خاتمہ پر قطعہ تاریخ و نام سنہ ھ و سن عیسوی ہے۔

الکھہ امواج

مکتوبہ راجہ لال و بابو بانکے لال

سنہ کتابت ۳۰ مارچ ۱۸۷۵ء

صفحات ۳۹۸ عطیہ عبدالحلیم سینٹری انسپکٹر

فہرست مضامین حسب ذیل ہے۔

(ا) دیباچہ کتاب الکھہ امواج، اسمیں تین حصہ ہیں۔ ۱

۱ جوگ بششٹ کی تعریف ۵

۲ اس کتاب کے چھ حصے ہیں اور ہر حصہ کا نام 'پرکرن' ہے ۶

۳ حمد خالق کائنات ۷

ب پہلا براگ پرن آزادی کی تعریف اسمیں ۱۶ حصے ہیں ۸

۱ بہار دواج کا سوال بالمیک سے

۲ بالمیک کا بیان اُس کی ذیل میں تمام کتاب ہے ۹

۳ باشنا کی تعریف

۴ سری رامچندر کی حقیقت ۱۰

۵ تینوں صفات کی تعریف ۱۰

۶ بسوامتر کا راجہ دسرتھ کے پاس آنا، اور سری رام چندر سے ہمکلام ہونا ۱۱

۷ سری رام چندر کا قول ۱۶

۸ دشٹانت ۲۷

۹ قیامت کی تعریف ۲۸

۱۰ جگ کی تعریف ۳۶

۱۱ تنبیہ ۳۹

۱۲ بسوامتر کا قول ۴۰

۱۳ سُکھ دیو کا قول ۴۱

۱۴ بسوامتر کا و بششٹ کا تنازعہ جسکو برہما نے فیصل کیا۔ ۴۷

۱۵ راجہ ہرچند و بسوامتر کی سرگذشت سے بششٹ کا خوش ہونا ۵۱

۱۶ اسٹ سرہی کی تعریف

ج دوسرا موکش پرکرن۔ نت اور انت کے بیان میں اور رستگاری توہمات سے۔ ۵۸

د تیسرا اوتپت پرکرن یعنی پیدائش عالم کے بیان میں اس میں بارہ بیان ہیں۔ ۷۰

۱ کاسیج کی تعریف ۷۷

۲ گمت کی تعریف ۹۰
۳ منڈپ واکھان کا بیان ۹۳
۴ سنتوکھے پرکاشں کا افسانہ ۱۰۰
۵ حکایت گڑکھے کی ۱۰۱
۶ حکایت برہما کی ۱۲۵
۷ حکایت اندر دیومن اور اہلیا کی ۱۳۰
۸ حکایت راجہ اندر اہلیا گوتم کی جورو کی
۹ حکایت راجہ خیاں کی ۱۳۹
۱۰ حکایت راجہ لِون کی ۱۴۱
۱۱ اگیان بھومکا کے سات درجوں کی تعریف ۱۵۷
۱۲ گیان بھومکا کے سات درجوں کی تعریف ۱۵۹
د چوتھا استبت پرکرن یعنی جس طرح قیام اس عالم کا ہے ۱۶۱
اس میں چھ نمبر ہیں
۱ حکایت بھرگ اور سکر کی ۱۶۴
۲ پاتال کے راجہ کی حکایت ۱۷۸
۳ اہنکار کے تین نوع ہیں ۱۸۷
۴ قصہ راجہ سنہر یعنی پاتال کے راجہ کی ۱۸۸
۵ گمہ دیس کے ایک پنڈت کی حکایت ۲۰۲
۶ راجہ سن کی حکایت
ذ اپشم پرکرن یعنی عالم کے فنا ہونے کی تعریف میں اس میں ۱۹ نمبر ہیں ۲۱۳
۱ راجہ جنک کی حکایت ۲۱۶
۲ پن اور پاون کی حکایت ۲۲۶
۳ پاتال کے بل راجہ کی حکایت جو دیو کا بیٹا تھا ۲۳۴
۴ اوقات بسر کرنے کے آداب ۲۳۵
۵ ہرناکش کی حکایت ۲۳۹
۶ حکایت برہمن کی ۲۴۸
۷ اودیالک رکھشر کی حکایت ۲۵۵
۸ راجہ سرگا کی حکایت ۲۶۲
۹ بیاس اور پلاس کی حکایت ۲۶۶
۱۰ اسٹانگ جوگ کی تعریف ۲۶۸
۱۱ جم کی تعریف جو پہلا حصہ جوگ کا ہے ۲۶۹
۱۲ نیم کی تعریف جو دوسرا ” ” ” ۲۷۳
۱۳ آسن کی تعریف جو تیسرا ” ” ” ۲۷۶
۱۴ پرنایام کی تعریف جو چوتھا ” ” ” ۲۷۷
۱۵ پرتیا دھارا کی تعریف جو پانچواں ” ” ” ۲۸۲
۱۶ دھارنا کی تعریف جو چھٹا ” ” ” ۲۸۳

١٧ دھیان کی تعریف جو ساتواں حصہ جوگ کا ہے ۲۸۲
١٨ سمادا کی تعریف جو آٹھواں " " " ۲۸۴
١٩ برہسپت کی حکایت ۲۸۶
س چھٹا زبان پر کرن یعنی کلمہ اور کلام سے آزادی، اسمیں
چودہ نمبر ہیں
١ اودیا کے دسش حصہ کی تعریف ۲۹۱
٢ کاگ بنڈ کی حکایت ۲۹۵
٣ جگ وچھیہ پدر زوجہ مہادیو ۳۰۰
٤ دیوتا پوجن کی ترکیب ۳۰۴
٥ خلاصہ کرشن گیتا کا حسب قول بشسٹ ۳۰۸
٦ جل دت کی حکایت ۳۱۱
٧ راجہ مہاگیرت کی حکایت ۳۱۳
٨ گنگا کے لانے کا سبب ۳۱۷
٩ سکھہ ہوج کی حکایت ۳۱۸
١٠ جوگی کو جسطرح بیماری ہوئی اُس کا بیان ۳۲۲
١١ ایک بنئے کی حکایت ۳۲۹
١٢ نارو کی حکایت ۳۳۳
١٣ ایک آدمی کی حکایت جو علم و دولت رکھتا تھا ۳۳۸

١٤ تعریف مہا بھوگتا مہا کرتا مہا تیاگی کی ۳۴۹
ش خاتمہ الکھہ امواج - اسمیں تیرہ نمبر ہیں ۳۶۰
١ بیدوں کی تعریف ۳۶۲
٢ یونانی حکمت کی تعریف ۳۶۲
٣ فقیری کی رائے ۳۶۳
٤ فقیر ہونے کے اسباب ۳۶۷
٥ بادشاہت کی کیفیت ۳۷۰
٦ اشٹ سدھی کی حقیقت ۳۷۱
٧ صفات کی تعریف ۳۷۱
٨ ہرن گربھہ کا قول ۳۷۲
٩ چوسر اور شطرنج کی تعریف ۳۷۶
١٠ یورپ کے ایک آدمی کی حکایت ۳۸۰
١١ تعداد اشخاص جنہوں نے اس کتاب کی تالیف میں مدد کی ۳۸۳
١٢ مولف کا عذر ۴۰۴
١٣ کاتب کا شکریہ۔ باعث نقل کتاب ۴۰۷

ابتدا :-

مرشد دستگیر فضل و کرم شامل حال تت است

دیباچہ کتاب الکھہ امواج

"فقیر نے پاک اور بے حجاب ہو کے کہتا ہے کہ الکھہ دھاری کی دلیں جو قیام رکھتا ہے وہ الکھہ ہے۔ اور الکھہ وہ ہے جس کا تعین کچھ نہیں ہو سکتا، اور نام اور نشان اور شکل اور رنگ اور اشارہ سے محسوس نہیں ہوتا، پس جو ہر طرح الکھہ ہے اسکی طرز خدمت اور عبارت بھی الکھہ ہے۔ جسکو اس کی تحقیقات منظور ہو پہلے انکو ویسے نکالے جو لکھے جاتے ہیں وہ فنا ہونے والے ہیں، اور جو موت کی خوراک ہیں چھوٹے ہوں یا بڑے۔

جو فقیر کے قول کو باور نہ کریگا فنا ہوگا اور بعد مرگ
بھی بیم و رجا کے زنداں سے باہر نہ ہوگا

جو الکھہ دھاری کی کتاب من لگا کر پڑھیگا وہ الکھہ کی دھارنا کریگا۔ وہ اور جو الکھہ کو دھاریگا وہ الکھہ ہو جائیگا اور محسوسات سے الگ رہیگا، اور جب محسوسات اور ملفوظات سے الگ رہیگا تب کا نقطہ اوپر ہوگا اور پرم آنند کو پاویگا۔ اور امر ہو جائیگا۔ فقیر کی تحریر عجیب اور غریب مگر مدعا اور معنی منبع قدیم اور ظاہری کے، آدمی کو کسی چیز کی تمنا ہوتی ہے اسکے حاصل ہونے کی امید رکھتا ہے، اور محرومی سے کا خوف کرتا ہے، پس لذت سرور دور رہتا ہے، گو کہ بیکنٹھ میں جگہ پانے تیاگتا ہے وہ دنیا اور عقبیٰ

اور اسکی متعلقات کو ناچیز جانتا ہے پس نہ کسی شے کی آرزو رکھتا ہے اور نہ کسی کے غضب سے ڈرتا ہے، اور خجالت میں رہتا ہے۔ یکساں ہوتا ہے پھر سرور تو کیا ہو۔"

اس زمانے میں اردو کی عوامی ہونے کا ثبوت مصنف کی زبانی اس طرح ملتا ہے۔

"دارا شکوہ شاہزادہ شاہجہاں نے اسکی فضیلت کو سمجھ کے شاستری سے فارسی کہا تھا کہ اس سرور کائنات کے عہد میں فارسی کا از بس رواج تھا۔ اس عہد میں فارسی کا رواج جاتا رہا۔ اور خاص اور عام کو اردو کا پڑھنا رسم ہوا۔ لہذا فقیر نے اسکو اردو کیا۔

اختتام۔

"مارچ ۱۸۷۴ء بمقام سب اسٹیشن ڈیرہ پورہ علاقہ پرولے فرج نقل کرنی شروع کی، اور اکثر عزیز دبیر نے بھی مدد دی۔ مگر بوجوہات چند در چند اکثر نقل کرنا ملتوی رہا۔ ازیں باعث بعرصہ ایکسال یعنی در ماہ مارچ ۱۸۷۵ء بمقام سب اسٹیشن علاقہ سرولی سنوہ ختم کو پہونچی۔ لہذا ناظرین سے امید رکھی جاتی ہے کہ جو صاحب اس گلدستہ معرفت کی سیر کریں میری بدخطی پر خیال کر بدعائے خیر کاتباں کو یاد فرماویں کہ انکو اس یادآوری کی خیر اسے درگاہ پاک مرشد اعلیٰ سے نیک ملیگی۔"

مخطوطاتِ فارسی و عربی

فارسی مخطوطات چونکہ ہمارے کتب خانہ میں اُردو کی نسبت زیادہ ہیں اسلئے انکی فہرست مختصراً ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۱	بہار دانش	شیخ عنایت اللہ	۱۰۶۱ ھ	نجف علی	۱۲۱۶ ھ	سید محمد احسن
۲	مخبر الواصلین	ابوعبداللہ محمد فاضل بن سید احمد	۱۶۳۰ ء	منشی احمد علی منشی جعفر علی	۱۸۳۱ ء	
۳	ہفت پیکر	حضرت نظامی	۵۹۳ ھ		۱۱۱۱ ھ	
۴	لیلیٰ مجنوں	ابوالحسن خسرو	۱۲۸۴ ء		۱۶۶۰ ء	طفیل علی دسنوی

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۵	خلاصۃ التواریخ	بندرابن داس بہادر شاہی	۱۶۹۷ ء	الفت حسین ولد خادم علی	۱۸۳۱ ء	سید محمد احسن
۶	دیوان علی	ناصر علی سرہندی	۱۰۷۹ ھ		۱۱۷۳ ھ	
۷	دیوان آصفی	خواجہ آصفی	۹۲۰ ھ		۱۱۸۲ ھ	
۸	رسالہ لغات	عصمت اللہ بھاگلپور	دسمبر ۱۸۳۶ ء			
۹	رسالہ در علم الحساب مجمل			محمد عارض ولد شیخ محمد عارف	۱۸۱۷ ء	مولانا ابوحبیب
۱۰	رسالہ در علم الحساب و المساحت					
۱۱	فرائض الشریعی			غریب محمد ولد میر سید شفاء اللہ	۱۸۱۹ ء	″
۱۲	بیاض مولوی سلطان علی	سلطان علی دسنوی		سلطان علی دسنوی	۱۲۱۹ ھ	″
۱۳	رسالہ در علم طب					″
۱۴	رقعات جامی	عبدالرحمن جامیؒ			۱۲۳۹ فصلی	
۱۵	در علم موسیقی				۱۲۳۰ ھ	

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۱۶	دیوان کمال	کمال اسمٰعیل خلاق	۶۲۶ سنہ ھ			
۱۷	چہار گلزار	وراثت حسین	۱۲۶۰ سنہ ھ			محمد احسن
۱۸	تعلیم الصبیان	قلندر علی بن غلام علی ہمدانی	۱۲۶۰ سنہ ھ			
۱۹	ظفرنامہ	بزرجمہر	۱۲۶۰ سنہ ھ			
۲۰	بہار دانش	نور محمد		اطفال حسین	۱۸۳۰ سنہ ع	محمد احسن
۲۱	رقعات عالمگیر	اورنگ زیب			۱۸۳۱ سنہ ع	"
۲۲	خلاصۃ المکاتیب		۱۲۱۲ سنہ ھ	اطفال حسین	۱۸۳۰ سنہ ع	
۲۳	مفتاح الفرح	منشی دوات رائے	۱۲۲۰ سنہ ھ			
۲۴	انتخاب ہمت افزا	لالہ ہمت آور سنگھ		اطفل حسین		
۲۵	اصول النغمات الآصفی	غلام رضا ابن محمد نیاہ		منوہر لال برائے آصف الدولہ	۱۲۳۰ سنہ فصلی	مولانا ابو حلیب
۲۶	جذب القلوب الی دیار المحبوب	عبد الحق بن سیف الدین	۱۰۰۱ سنہ ھ			"

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۲۷	خلاصۃ الحساب	بہاء الدین محمد بن حسن العاملی	۱۱۹۳ سنہ ھ			
۲۸	شفار المریض	عبد الکریم	۱۱۹۳ سنہ ھ			
۲۹	جامع الفوائد شرح علاج الامراض	یوسفی بن یوسف	۱۱۹۳ سنہ ھ			
۳۰	نل دمن	ابو الفیض فیاضی		شیخ لوح الدین	۱۱۲۵ سنہ ھ	
۳۱	منشآت منیر	محمد منیر لاہوری	۱۰۵۰ سنہ ھ			مولوی عبد العظیم
۳۲	نور الاسلام	نور محمد		غلام نبی خاں		
۳۳	قصائد بزرگان مختلف					
۳۴	ہزار مسند	صفدر شیر دسنوی	۱۸۳۰ سنہ ع			
۳۵	وفات نامہ	"	۱۲۴۶ سنہ		۱۲۴۶ سنہ ھ	
۳۶	رسالہ در علم نجوم	بزرجمہر				

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۲۹	تفسیر سورہ یوسف		سنہ ۱۸۳۱			
۴۰	بہارستان	جامیؒ		اودھ بہاری لعل	۱۲۲۶ سنہ فصلی	
۴۱	دیوان عرفی	عرفی		"	"	
۴۲	دیوان صائب	صائب		"	"	
۴۳	دیوان اسیر	اسیر		"	"	
۴۴	دیوان فطرت	فطرت		"	"	
۴۵	دیوان غنی	غنی		"	"	
۴۶	وظیفہ (کتاب دعا)			مبارک علی		
۴۷	توضیح تلویح	عبداللہ بن مسعود (تاریخ خرید ۱۸۲۵ء)				
۴۸	حاشیہ برحاشیہ رسالہ محقق ہروی (معقولہ)	غلام یحییٰ بہاری				
۴۹	حاشیہ میرزاہد مہری	ملا عظیم	(نامکمل) علم منطق			

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۵۰	فی الحقیق الصلوٰۃ النبیؐ	عبدالرحمٰن الحسینی السنفی				
۵۱	رسالہ مبتدی (منطق)		۱۲۲۵ سنہ ھ			
۵۲	شافیہ	جامیؒ	۱۲۲۵ سنہ ھ			
۵۳	قطبی شرح شمسیہ	قطب الدین رازی		صفدر تیر	۱۲۸۵ سنہ ھ	
۵۴	تدبیر نامہ			حکیم محب الحق دہلوی		
۵۵	دیوان غنی	غنی		"		
۵۶	دیوان صائب	صائب		"		
۵۷	ہشت بہشت	امیر خسرو دہلوی				
۵۸	پندنامہ	فرید الدین عطارؒ				
۵۹	بانقیماں					
۶۰	الکتاب فی النجوم					

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۶۱	لباب الاخبار	محمد محمود		سید ابراہیم علی دسنوی		داروغہ سید ضمیر الحسن دسنوی
۶۲	خواص القران	"		"		"
۶۳	ابو الفضل دفتر اوّل					
۶۴	فصول اکبری			مولوی بہادر حسین	۱۲۶۳ھ	مولوی محمد صدیق صاحب مختار
۶۵	لیلیٰ مجنوں باتصویر	مولانا نظامی گنجوی			۱۱۲۹ھ	مولوی سید قمر الہدیٰ وکیل
۶۶	معرفت المذاہب	محمود الطاہر غزالی		محمد ابراہیم	۱۲۲۸ فصلی	داروغہ سید ضمیر الحسن
۶۷	دیوان حضرت امیر خسروؒ	امیر خسرو				سید قمر الہدیٰ وکیل
۶۸	لیلیٰ مجنوں مصوری				۱۲۲۹ھ	"
۶۹	مثنوی مولانا رومی				۱۰۹۹ھ	"
۷۰	دیوان احمدی	مخدوم شیخ سلطان احمد چرم پوش		حسب فرمائش سید محمد محب الحق دسنوی	۱۲۰۹ھ	مولانا ابو حبیب
۷۱	گنج لایخفیٰ معروف بہ شمس بلخی	حضرت شیخ حسین نوشہ توحید	۸۴۴ھ		۱۲۱۵ھ	"

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۷۲	شرح موجبہ القانون طب				۸۴۸ھ	سید قمر الحق صاحب
۷۳	مثنوی مولانا روم (چار جلد)	مولانا رومؒ			۱۱۱۵ھ	مولوی محمد قاسم صاحب صابری
۷۴	تاریخ گولکنڈہ (روزنامہ وقائع ایام گولکنڈہ دار الجہاد حیدر آباد)			"	"	"
۷۵	رسالہ شمس تبریز			"	"	"
۷۶	قصص انبیا علیہ السلام			"	"	"
۷۷	ہدایت الاعمیٰ	شیخ حسین			۱۲۱۲ فصلی در عہد عالم شاہ	" "
۷۸	رسالہ منطق (اس کتاب پر تحریر سید مصطفےٰ اشیر صاحب مرحوم کی ہے)			"	"	"
۷۹	نسخہ کارستان عشق	حضرت سید شاہ غلام حسین		"	"	"
۸۰	مکتوب التحمید					
۸۱	نجوم الفرقان			"	"	"
۸۲	تہذیب الکلام	السعد الدین تفتازانی				مولانا ابو حبیب صاحب

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۸۳	مجربات بوعلی سینا				۸۰۰ ھجری	ڈاکٹر سید محمد شفیق
۸۴	انشار مکتوبات منیر	میر نواب سیف خاں بہادر		احمد علی خاں	۱۲۶۷ھ	
۸۵	نسخہ معما	مولانا جامی رح			۱۲۰۳ھ	مولوی بشیر الحق بیدل
۸۶	غزالان ہند	آزاد بلگرامی			۱۲۱۰ھ	"
۸۷	مجموعہ رسائل عربی و فارسی	مولانا محمد مصطفےٰ اشیر دسنوی صاحب				سید محمد قاسم دسنوی
۸۸	گلستان سعدی				۱۱۹۲ھ	حکیم یوسف حسن خانصاحب
۸۹	زمانہ بازار	مولانا ظہوری				
۹۰	انشار منیر				۱۲۳۷ھ	سید شاہ عبدالرشید دسنوی
۹۱	قصہ مہرو ماہ			بذر عالم احمد آباد گجرات	۱۱۳۸ھ	شیخ ابو محمد مظفر پوری معرفت بشیر الحق دسنوی
۹۲	قصہ لیلیٰ مجنوں				۶۱۸۰۲	
۹۳	رقعات لمان اللہ حسینی				۳۴ جلوس والا	

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۹۴	شرح دیوان خاقانی				۱۱۷۱ھ	سید محمد منہاج الدین کنڈوی
۹۵	میر المتاخرین				۱۸۱۸ھ	ڈاکٹر محمد شعیب ابراہیمی
۹۶	دیوان ظہیر فاریابی			میر ریاض الدین	۱۲۳۲ فصلی	سید عبدالفتاح ہاشمی
۹۷	دیوان حافظ	حافظ				" "
۹۸	بوستاں	شیخ سعدی شیرازی رح			۱۲۷۷ھ	حکیم سید یوسف حسن خاں صاحب بہادر
۹۹	گلستان	"			۱۲۷۶ھ	" " "
۱۰۰	ابوالفضل	شیخ ابوالفضل وزیر خاقان			۱۱۸۷ھ	" " "
۱۰۱	مثنوی ہفت پیکر	"			۱۰۱۲ھ	" " "
۱۰۲	قصائد عرفی	عرفی			۱۱۶۸ھ	" " "
۱۰۳	مجموعہ چند احادیث					سید عبدالمفتاح ہاشمی
۱۰۴	نصاب مجموعہ قطعات			محمد طاہر تبریزی		سید عبدالخالق دسنوی

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۱۰۵	انشاء مکتوبات منیر	منشی میر نواب سیف خاں بہادر		احمد علی خاں	۱۲۶۷ھ	
۱۰۶	مطلع العلوم			میر بشارت اللہ ساکن بچھین }	۱۸۵۱ء	وارثانِ کاتب
۱۰۷	مجمع الفنون					
۱۰۸	سوالاتِ عشرہ و اجوبۂ آں	منشی مرزا محمد جان				محمد بشیر الحق بیدل
۱۰۹	دیوان کلیم	از شاہ عبد العزیز			۱۲۵۸ھ	
۱۱۰	ہفت بند کاشی				〃	
۱۱۱	مثنوی مولوی معنوی ناتمام					
۱۱۲	افسانہ دل و جان منظوم			کلاسی سنگھ	۱۲۰۲ھ	
۱۱۳	منشات مرزا طاہر وحید	مرزا طاہر وحید				علامہ سید سلیمان ندوی
۱۱۴	اصول اللغات آصفی			میر سید فرزند حسین حسینی		مولانا ابو حبیب صاحب
۱۱۵	شرح العقیدہ	برہان الدین مظفر شمس بلخی				

	نام کتاب	مصنف	سنہ تصنیف	نام کاتب	سنہ کتابت	عطیہ
۱۱۶	لطائف المعانی	حضرت مخدوم شیخ حسن				حکیم محمد یوسف حسن خالصہ بہار شریف
۱۱۷	مرات الابرار	معین الدین خاوند				سید عبد الخالق دسنوی
۱۱۸	ریاض الحروف	وزیر علی عبرتی عظیم آبادی			۱۲۶۲ھ	مولوی عبد الخالق دسنوی
۱۱۹	نسخہ ریحانی مسمی بہ توشہ آخرت	〃			۱۲۶۲ھ	〃 〃
۱۲۰	قواعد القرآن	یار محمد خاں سمرقندی (در عہد سلطان عبد اللہ خاں والی ترکستان)				
۱۲۱	سکندر نامہ بحری				۱۲۷۴ھ	سید ابو ظفر ندوی
۱۲۲	قرآن مجید					مولوی غلام حسین بچھین
۱۲۳	قرآن مجید			میر کمال الدین	۱۱۴۵ھ	کبیر الدین سیاں
۱۲۴	قرآن مجید جلد اول					سید محمد قاسم دسنوی
۱۲۵	〃 جلد دوم					
۱۲۶	شمسیہ شرح کافیہ	صفی بن بشیر		سید عبد علی حسن حسین آباد	۱۲۳۷ فصلی	
۱۲۷	تشریح الافلاک	بہاء الدین العاملی		صفدر شیر دسنوی	۱۲۳۶	مولوی ابو حبیب

مطبوعاتِ فورٹ ولیم کالج کلکتہ و دیگر مطابع

	نام کتاب	مصنف	سنہ طباعت	مطبع	عطیہ
۱	آرائش محفل قصہ حاتم طائی	سید حیدر بخش دہلوی	۱۸۵۱ء		پروفیسر نجیب اشرف ندوی
۲	منتخبات ہندی طبع ثانی	جان شکسپیر	۱۸۲۵ء	لندن پریس	سید محی الدین
۳	منتخبات ہندی	"	۱۸۳۸ء	"	پروفیسر نجیب اشرف ندوی
۴	منتخبات ہندی جلد اوّل	"	۱۸۴۶ء	"	"
۵	مجمع گنج		۱۸۴۵ء	اسکول بک پریس کلکتہ	سید محی الدین
۶	رسالہ علم طب		۱۸۴۷	مطبع العلوم مدرسہ دہلی	پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی

	نام کتاب	مصنف	سنہ طباعت	مطبع	عطیہ
۷	گنج خوبی ترجمہ اخلاق محسنی	میر امن دہلوی	۱۸۴۶ء	مطبع احمدی کلکتہ	پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی
۸	جامع الاخلاق ترجمہ اخلاق جلالی	مولوی امانت اللہ	۱۸۰۵ء		"
۹	باغ و بہار	میر امن دہلوی	۱۲۶۸ھ	مطبع محمدی کلکتہ	"
۱۰	بستانِ حکمت ترجمہ انوار سہیلی	"	۱۲۵۱ھ		"
۱۱	ناجو	واجد علی شاہ	۱۲۸۶ھ	مطبع سلطانی مٹیا برج کلکتہ	"
۱۲	محاربہ عظیم	کنہیا لال	۱۸۶۱ء		
۱۳	دکنی انوار سہیلی	ترجمہ محمد ابراہیم منشی	۱۸۲۴ء		پروفیسر نجیب اشرف ندوی
۱۴	اسیر نامہ	منشی امیر علی خان بہادر	۱۸۶۳ء		"
۱۵	الیوس فیبلس اصل انگریزی و اردو ترجمہ	منشی نظام الدین ساکن بوچھ	۱۸۵۰ء		"
۱۶	باغ و بہار ماخوذ از نوطرز مرصع	میر امن دہلوی مترجمہ عطا حسین خان	۱۸۵۱ء	لندن E.I.C	
۱۷	مثنوی الفاظ مستعمل بہ الفاظ انگریزی و اردو	منشی جوالا ناتھ پنڈت اگہہ	۱۸۸۷ء	مطبع بپٹسٹ مشن کلکتہ	

۱۸	Sir William Jones. A Grammer of the Persian language.		۱۷۹۷ء مطبوعہ لندن	پروفیسر نجیب اشرف ندوی
۱۹	انوار سہیلی فارسی	حسین واعظ کاشفی	۱۸۲۸ء نیو ایڈ کیشن سوسائٹی بمبئی	" " "
۲۰	تاریخ ممالک چین و دیگر ممالک و اقوام (اردو)	جیمز کارکرن	۱۸۵۲ء کلکتہ	" " "
۲۱	خرد افروز ترجمہ عیار دانش فارسی	مترجم حفیظ الدین احمد بردوانی	۱۸۴۷ء مطبع محمدی کلکتہ	" " "
۲۲	مأۃ عامل و شرح مأۃ عامل	A. Locket	۱۸۴۱ء ہندوستانی پریس کلکتہ	" " "
۲۳	انتخاب قصائد، مخمسات و مثنویات	مرزا محمد رفیع سودا	فورٹ ولیم کالج کلکتہ	" " "
۲۴	انتخاب دیوان، غزلیات، قطعات، رباعیات	" "	" "	" " "
۲۵	مشکوٰۃ المصابیح (انگریزی)	عبدالحی	۱۸۶۳ء تحفہ بنام ایسٹ انڈیا کمپنی	
۲۶	کتاب آرائش محفل جلد اول	شیر علی افسوس	۱۸۰۸ء ہندوستانی پریس کلکتہ	
۲۷	تاریخ انگلستان	مولوی سید علی	۱۸۸۸ء	
۲۸	گرامر آف دی ہندوستان لینگویج			
۲۹	گرامر آف دی پرشین لینگویج		۱۳ اپریل ۱۸۱۲ء مطبوعہ لندن	

	نام کتاب	مصنف	سنہ طباعت و مطبع	عطیہ
۳۰	استدعائے تعلیم جبری بمملکت حیدرآباد دکن		۱۸۸۸ء	
۳۱	تاریخ متاخرین			سید نجیب اشرف ندوی
۳۲	بوستاں مع فرہنگ و شرح مولوی تمیز الدین	شیخ مصلح الدین سعدیؒ	۱۸۲۸ء کلکتہ	" " "
۳۳	انتخاب گلستان (فارسی)	"	۱۸۲۱ء فورٹ ولیم کالج کلکتہ	" " "
۳۴	مجموعۃ الکتب المتداولہ (عربی)	کیپٹن جان بیلی	۱۸۰۵ء کلکتہ	" " "
۳۵	عقود الجواہر (فارسی)	سید علی	۱۲۶۳ھ مطبع محمدی کلکتہ	" " "
۳۶	تلخیص المفتاح (عربی)	جلال الدین محمد بن عبدالرحمن	۱۸۰۲ء فورٹ ولیم کالج کلکتہ	" " "
۳۷	آرتھوگرافی یعنی رسم الخط اور املا کے بیان میں		فورٹ ولیم کالج کلکتہ	" " "
۳۸	عقائد الاسلام المسمی بالعقائد الامام الاعظم (عربی)			" " "
۳۹	Debi Pershad's Polyglot Grammer + Exercises, Persian English, Arabic, Hindi, Urdu + Bengali, With an analysis of Arabic + Synonymous words + of logical Arguments		۱۸۷۵ء مشن پریس سرکلر روڈ کلکتہ	
۴۰	المائۃ و شرحہا والمصابیح (عربی)	لفٹیننٹ ایف بیلی پروفیسر ولیم کالج کلکتہ	۱۸۰۲ء کمپنی پریس	

	نام کتاب	مصنف	سنہ طباعت و مطبع	عطیہ
۴۱	Series of Questions on the Grammitical Principles of the arabic, Persian & Hindustani languages.			
۴۲	منیح البیان الشافی فی علمی العروض والقوافی	احمد بن محمد بن علی بن ابراہیم	۱۲۶۳ھ	
۴۳	اُردو ترجمہ اخوان الصفا	مولوی اکرام علی	۱۸۱۰ء ہندوستانی پریس کلکتہ	پروفیسر نجیب اشرف ندوی
۴۴	ہدایۃ النحو جلد ثانی	لفٹیننٹ۔ ایف بیلی	۱۸۰۳ء کمپنی پریس کلکتہ	〃 〃 〃
۴۵	خرد افروز ترجمہ عیار دانش فارسی جلد ۲	مولوی حفیظ الدین احمد	۱۸۱۵ء ہندوستانی پریس کلکتہ	〃 〃 〃
۴۶	انشاء ہندی	مترجم منشی نظام الدین ہندوستانی	۱۸۵۰ء مطبع محمدی بمبئی	〃 〃 〃
۴۷	A Grammer of the Persion language معہ منتخبات منظومہ و حکایات لطیف	مسٹر ڈنکن فاربس۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل ڈی	۱۸۷۶ء مطبوعہ لندن	〃 〃 〃
۴۸	A Grammer of the Hindu-stani language.	〃	۱۸۷۶ء مطبوعہ لندن	

	نام کتاب	مصنف	سن طباعت و مطبع	عطیہ
۴۹	منتخبات فارسی جلد اول و دوم		۱۸۳۵ء کلکتہ	پروفیسر نجیب اشرف ندوی
۵۰	مذہب عشق و قصہ تاج الملوک گل بکاؤلی (و نظر ثانی کردہ میر شیر علی افسوس بحکم جان گلکرائسٹ)	مترجم منشی نہال چند دہلوی		〃 〃 〃
۵۱	نسخہ اخوان الصفا اردو	مترجم مولوی اکرام علی بحکم کپتان جان ٹیلر	۱۸۵۲ء کلکتہ	〃 〃 〃
۵۲	کتاب طریق الحیات	پادری سی جی فینڈر ڈی۔ ڈی	۱۸۶۲ء مطبوعہ لندن	〃 〃 〃
۵۳	An Introduction to the Hindustani language.	جان شکسپیر	۱۸۴۵ء لندن	〃 〃 〃
۵۴	منتخبات ہندی دوسری جلد	〃	۱۸۴۴ء لندن	〃 〃 〃
۵۵	Arabic Grammer	Duncan forbis L.L.D.	۱۸۶۴ء مطبوعہ لندن	〃 〃 〃
۵۶	Introduction to the Hind-ustani language.	Rev. W. Yats D.D.	۱۸۵۷ء پریس کلکتہ	〃 〃 〃
۵۷	کتاب المحاورۃ الانسیہ فی اللغتین الانکلیزیۃ والعربیۃ	معین علی	۱۸۴۴ء	〃 〃 〃
۵۸	دینیہ روحی استنبولی (ترکی رومی زبان کا رسالہ)	مولوی محمد خیر الدین خاں بہادر محمد جنگ	۱۸۶۳ء	〃 〃 〃

اخبارات و رسائل

۱- **مخزن** - لاہور مدیر شیخ عبدالقادر

جلد ۱ تا جلد ۳۹ از اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء تا اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

۲- **مخزن جدید** لاہور مدیر حفیظ جالندھری

جلد ۱ تا جلد ۳ از مارچ سنہ ۱۹۲۷ء تا جون سنہ ۱۹۲۸ء

جلد ۴ تا جلد ۶ از جولائی سنہ ۱۹۲۸ء تا مئی سنہ ۱۹۳۰ء

۳- **ہمایوں** لاہور مدیر میاں بشیر احمد بی اے

جلد ۱ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء تا جلد ۵۲ دسمبر سنہ ۱۹۴۷ء

۴- **عالمگیر** لاہور مدیر محمد عالم

اس رسالہ کی تقریباً تمام جلدیں موجود ہیں

۵- **نیرنگ خیال** لاہور مدیر حکیم محمد یوسف حسن

جلد ۲ اگست سنہ ۱۹۲۵ء تا جلد ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۳۵ء مع سالنامے و عید نمبر

۶- **ادبی دنیا** لاہور مدیر حنیف ہاشمی

جلد ۱ جون سنہ ۱۹۲۹ء تا دسمبر سنہ ۲۹ء

جلد ۲ جولائی سنہ ۱۹۳۰ء تا جلد ۷ دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء ایڈیٹر تاجور نجیب آبادی

سالنامہ سنہ ۱۹۳۷ء ایڈیٹر منصور احمد

۷- **بہارستان** لاہور مدیر اختر شیرانی

جلد ۱ مئی سنہ ۱۹۲۶ء تا جلد ۲ جون سنہ ۱۹۲۷ء

۸- **خیالستان** لاہور مدیر اختر شیرانی

جلد ۱ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء تا جلد ۲ اگست سنہ ۱۹۳۱ء

۹- **وطن** لاہور مدیر

از سنہ ۱۹۰۳ء تا سنہ ۱۹۱۱ء

۱۰- **نظام المشائخ** دہلی - مدیر خواجہ حسن نظامی

جلد ۱ جمادی الآخر ۱۳۲۶ھ تا جلد ۶ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ

جلد ۷ رجب ۱۳۳۰ھ تا جلد ۵۴ نومبر ۱۹۳۵ء ایڈیٹر محمدی الواحدی

۱۱- **کلیم** دہلی مدیر جوش ملیح آبادی

جلد ۱ جنوری سنہ ۱۹۳۶ء تا جلد ۲ جون سنہ ۱۹۳۶ء

۱۲- **عصمت** دہلی مدیر شیخ محمد اکرم

جلد ۱ سنہ ۱۹۰۸ء تا جلد ۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء

مع جوبلی نمبر سنہ ۱۹۲۸ و سالگرہ نمبر سنہ ۱۹۲۹ء ایڈیٹر رازق الخیری

۱۳- **جامعہ** دہلی مدیر اسلم جیراجپوری و ڈاکٹر عابد حسین

جلد ۱ تا جلد ۲۲

جلد ۲۳ تا جلد ۳۱ مدیر ڈاکٹر عابد حسین و پروفیسر محمد عقیل

تا جلد ۳۲ مدیر پروفیسر عاقل و نورالحسن ہاشمی

جلد ۳۳ تا جلد ۳۵ مدیر نورالحسن

۱۴۔ **قوس و قزح** لاہور — مدیر محمد وحید گیلانی

جلد ۳ اکتوبر سنہ ۱۹۳۶ء تا جلد ۴ جون سنہ ۱۹۳۷ء

۱۵ **مرشد** دہلی سنہ ۱۹۱۸ء

۱۶۔ **طلوع اسلام** نئی دہلی — مدیر سید نذیر نیازی

۱۷۔ **معارف** — مدیران حاجی محمد اسمٰعیل

جلد ۱ جولائی سنہ ۱۸۹۸ء تا جلد ۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء وحید الدین سلیم

۱۸۔ **معارف** دار المصنفین اعظم گڈھ — مدیر

جلد ۱ جولائی ۱۹۱۶ء تا جلد ۶۴ دسمبر ۱۹۴۹ء سید سلیمان ندوی

جلد ۶۵ جنوری سنہ ۱۹۵۰ء تا حال (شاہ معین الدین، صباح الدین عبدالرحمٰن)

۱۹۔ **الناظر** لکھنؤ — مدیر وصی الحسن و ظفر الملک

جلد ۱ جولائی سنہ ۱۹۰۹ء تا جلد ۳۴ دسمبر سنہ ۱۹۳۷ء

۲۰۔ **الندوہ** لکھنؤ — مدیر علامہ شبلی نعمانی و

جلد ۱ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۲ھ تا جلد ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۰ھ حبیب الرحمٰن شیروانی

۲۱۔ **العصر** لکھنؤ — مدیر پیارے لال شاکر

جلد ۱ سنہ ۱۹۰۱ء تا جلد ۷

۲۲۔ **صبح اُمید** لکھنؤ — مدیر چکبست

جلد ۲ سنہ ۱۹۱۹ء تا جلد ۵

۲۳۔ **ستارہ صبح** کرم آباد سنہ ۱۹۱۶ء — مدیر ظفر علی خاں

۲۴۔ **النظامیہ** لکھنؤ — مرتبہ محمد صبغت اللہ انصاری

جلد ۱ مارچ سنہ ۱۹۱۵ء تا جلد ۴ فروری سنہ ۱۹۱۹ء

۲۵۔ **لسان العصر** لکھنؤ — مدیر تلمذ حسین

جلد ۱ مارچ سنہ ۱۹۱۰ء تا جولائی سنہ ۱۹۱۰ء

۲۶ **معلومات** لکھنؤ — مدیر عبدالوالی بی اے

جلد ۱ جولائی سنہ ۱۹۱۴ء تا جلد ۲ شمارہ ۱ ستمبر سنہ ۱۹۱۵ء

جلد ۱ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء تا دسمبر سنہ ۱۹۳۶ء (دوبارہ ۲۰ بیس سال بعد جاری ہوا)

۲۷۔ **جِن** لکھنؤ — مدیر نیاز فتحپوری

جلد ۱ جنوری سنہ ۱۹۳۰ء تا دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء

۲۸۔ **سچ** ہفتہ وار لکھنؤ — مدیر عبدالماجد دریابادی

جلد ۱ ۶ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۳ھ تا ۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ھ

۲۹۔ **صدق** ہفتہ وار لکھنؤ — مدیر عبدالماجد دریابادی

جلد ۱ ۷ مئی سنہ ۱۹۳۴ء تا جلد ۱۵ سنہ ۱۹۵۰ء

صدق جدید جلد ۱ تا حال

۳۰۔ **ہماری زبان** دہلی (پندرہ روزہ) — انجمن ترقی اُردو ہند

جلد ۱ سنہ ۱۹۳۹ء تا جلد ۹ سنہ ۱۹۴۷ء

۳۱۔ **ہمدرد** (روزنامہ) دہلی — مدیر مولانا محمد علی جوہر

جلد ۱ سنہ ۱۹۲۴ء تا جلد ۶

۳۲- اُردو سہ ماہی رسالہ، حیدرآباد دکن مدیر عبدالحق

جلد ا جنوری سنہ ۱۹۲۱ء تا جلد ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۴۷ء

۳۳- مجلہ مکتبہ حیدرآباد دکن مدیر عبدالقادر سروری

جلد ا اپریل سنہ ۱۹۲۸ تا جلد ۴ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء

۳۴- دبدبۂ آصفی حیدرآباد مہتمم محبوب الکلام

جلد ۹ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ تا جلد ۱۲ رجب سنہ ۱۳۲۶ھ

۳۵- نسیم حیدرآباد دکن مدیر محمد نادر علی برتر

جلد ا مارچ سنہ ۱۹۰۲ء

۳۶- ہمجولی حیدرآباد دکن مدیر سیدہ بیگم

جلد ا اگست سنہ ۱۹۳۱ء تا جلد دسمبر سنہ ۱۹۳۲

۳۷- ذخیرہ حیدرآباد دکن مدیر ناظر الحسن ہوش بلگرامی

جلد ا نومبر سنہ ۱۹۱۵ء تا جلد ۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء

۳۸- جشن سیمیں حیدرآباد دکن مدیر سید اشفاق حسین

۳۹- پیغام کلکتہ مدیر ابوالکلام آزاد

جلد ا سنہ ۱۹۲۲ء

۴۰- لسان الصدق کلکتہ مدیر ابوالکلام آزاد

جلد ا نومبر سنہ ۱۹۰۳ تا جلد ۲ جولائی سنہ ۱۹۰۵ء

۴۱- چاند الہ آباد مدیر کنھیا لال ایم اے

۴۲- حور کلکتہ مرتبہ بیگم صدیق انصاری

جلد ا اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء تا جلد ۲ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء

۴۳- الہلال کلکتہ ہفتہ وار مدیر ابوالکلام آزاد

جلد ا سنہ ۱۹۰۵ء تا جلد ۵ الہلال جدید جلد ا سنہ ۱۹۲۷ء

۴۴- تہذیب اخلاق علی گڑھ مدیر عبداللہ عمادی

جلد ا سنہ ۱۸۷۹ء تا جلد ۷

۴۵- سہیل علی گڑھ مدیر رشید احمد صدیقی

جلد ا اپریل سنہ ۱۹۲۶ تا جلد ۵

۴۶- خاتون علی گڑھ مدیر شیخ عبداللہ بی اے

جلد ا جنوری سنہ ۱۹۰۴ء تا جلد ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۴ء

۴۷- القاسم علی گڑھ مدیر حبیب الرحمن

۴۸- ادیب الہ آباد مدیر سید اکبر علی اکبر الہ آبادی

جلد ا سنہ ۱۸۹۹ تا جلد ۶

۴۹- نسیاں الہ آباد مدیر سید محمد ضامن علی

جلد ۵ تا جلد ۷، سو جوبلی نمبر

۵۰- الہ آباد ریویو الہ آباد مدیر محمد حمید اللہ

جلد ۲ مئی سنہ ۱۸۹۱ء تا جون سنہ ۱۸۹۱ء

۵۱- فاران بجنور مدیر سعید انصاری، محمد عثمان

rekhta

۵۲۔ **نقیب** بدایوں مدیر وحید احمد

جلد ۱ فروری ۱۹۱۹ء تا جلد ۶ ستمبر ۱۹۲۲ء

۵۳۔ **نظارہ** میرٹھ مدیر محمد عبدالحمید حمید

جلد ۱ نومبر ۱۹۱۵ء تا جلد ۵ دسمبر ۱۹۱۷ء

۵۴۔ **زمانہ** کانپور مدیر منشی دیا نرائن نگم بی اے

جلد ۴ ۱۹۰۵ء تا جلد ۶۰ ۱۹۳۲ء

۵۵۔ **دلگداز** مدیر عبدالحلیم شرر

جلد ۱ ۱۸۸۷ء تا جلد ۳۱

۵۶۔ **قمر** سندیلہ مدیر سید قمرالدین قمر

جلد ۱ ۱۸۹۱ء

۵۷۔ **ستارہ صبح** کرم آباد مدیر ظفر علی خاں

۱۹۱۶ء

۵۸۔ **اردوئے معلی** علی گڑھ مدیر حسرت موہانی

جلد ۲ ۱۹۰۴ء تا ۱۹۱۶ء

۵۹۔ **پنجاب ریویو** کرم آباد مدیر ظفر علی خاں بی اے

جلد ۱ اگست ۱۹۱۰ء جولائی ۱۹۱۱ء

۶۰۔ **دکن ریویو**۔ حیدرآباد مدیر ظفر علی خاں بی اے

جلد ۱ جنوری ۱۹۰۴ء تا دسمبر ۱۹۰۴ء سلسلہ جدید جلد ۱ نومبر ۱۹۰۶ء تا جلد ۳ مئی ۱۹۰۹ء

۶۱۔ **نورجہاں** امرتسر مدیر عزیز الرحمن

۶۲۔ **سہیلی** امرتسر

۶۳۔ **وکیل** امرتسر (ہفتہ وار)

جلد ۱۲ ۱۹۰۷ء تا جلد ۱۹ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۳ء

۶۴۔ **نوائے ادب**۔ اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ بمبئی۔ نگراں پروفیسر نجیب اشرف

جلد ۱ جنوری ۱۹۵۰ء تا حال

۶۵۔ **کاروان ادب** سینٹ زیویرس کالج بمبئی نگراں پروفیسر گورکی

جلد ۱ ۱۹۴۹ء مدیر س۔م زیدی

جلد ۲ ۱۹۵۰ء " "

جلد ۳ ۱۹۵۱ء مدیر عبدالقوی دسنوی

جلد ۴ ۱۹۵۲ء مدیر سید عبدالمحی دسنوی

جلد ۵ ۱۹۵۳ء " " "

۶۶۔ **الفرقان** بریلی مدیر محمد منظور نعمانی

جلد ۹ تا جلد ۱۵

۶۷۔ **ظل سلطانی** بھوپال مدیر محمد امین زبیری

جلد ۱ مئی ۱۹۱۴ء تا جلد ۴ مئی ۱۹۱۷ء

۶۸۔ **نقاد** آگرہ مدیر دلگیر اکبرآبادی

جلد ۱ ۱۹۱۶ء تا جلد ۷

۶۱۔ **نورجہاں** امرت سر مدیر عزیز الرحمٰن

۶۲۔ **سہیلی** امرت سر

۶۳۔ **وکیل** امرت سر (ہفتہ دار)

جلد ۱۲ ۱۹۰۷ء تا جلد ۱۹ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۳ء

۶۴۔ **نوائے ادب**۔ اردو ریسرچ انسٹیٹیوٹ بمبئی۔ نگراں پروفیسر نجیب اشرف

جلد ۱ جنوری ۱۹۵۰ء تا حال

۶۵۔ **کاروان ادب** سینٹ زیورس کالج بمبئی نگراں پروفیسر گورکی

جلد ۱ ۱۹۴۹ء مدیر س۔م زیدی

جلد ۲ ۱۹۵۰ء " " "

جلد ۳ ۱۹۵۱ء مدیر عبد القوی دسنوی

جلد ۴ ۱۹۵۲ء مدیر سید عبد المحی دسنوی

جلد ۵ ۱۹۵۳ء " " "

۶۶۔ **الفرقان** بریلی مدیر محمد منظور نعمانی

جلد ۹ تا جلد ۱۵

۶۷۔ **ظلِ سلطانی** بھوپال مدیر محمد امین زبیری

جلد ۱ مئی ۱۹۱۴ء تا جلد ۴ مئی ۱۹۱۷ء

۶۸۔ **نقاد** آگرہ مدیر دلگیر اکبر آبادی

جلد ۱ ۱۹۱۶ء تا جلد ۷

شمع آگرہ مدیر محمد حلیب آگن

جلد ۳ جنوری ۱۹۲۶ء تا جلد ۶ دسمبر ۱۹۲۷ء وحضور عابد جعفری

نگار آگرہ مدیر محمود اکبر آبادی و نیاز فتحپوری

ندیم گیا، بہار مدیر انجم مانپوری

جلد ۱ جون ۱۹۳۱ء تا جلد ۱۵ دسمبر ۱۹۴۱ء

از جلد ۸ تا جلد ۱۵ مدیر ریاست علی ندوی

معاصر پٹنہ مدیر عظیم الدین احمد

جلد ۶ اپریل ۱۹۴۵ء تا جلد ۱۰ فروری ۱۹۴۶ء

ندیم پٹنہ مدیر علی اطہر یحییٰ نقوی و

جلد ۱ جلد ۷ اپریل ۱۹۳۶ء تا اکتوبر ۱۹۳۷ء اختر اورینوی

موج نسیم پٹنہ مدیر بہاء الدین فیض سیوانی

پینچ بانکی پور پٹنہ

بہار پٹنہ ۱۹۰۳ء ابو الخیر

شرف بہار شریف مدیر محمد احسن بہاری

جلد ۱ شمارہ ۱ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ تا نمبر ۳ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

صوفی گجرات مدیر پروفیسر محمد الدین

جلد ۲ جولائی ۱۹۰۹ء تا جلد ۳ دسمبر ۱۹۱۰ء

...ورس دو ماہی رسالہ اورنگ آباد کالج